بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

الفرقان

ربوہ

ماہنامہ

جلد ۹ — شمارہ ۵

مئی سنہ ۱۹۵۹ء

اغراض و مقاصد

رسالہ الفرقان قرآن کریم کے فضائل کے بیان کرنے اور اسلام کی خوبیوں کی اشاعت کے لئے جاری ہے۔ غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب دینا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔ مستشرقین کے خیالات پر تبصرہ کرنا اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا بھی اس کا نصب العین ہے ؛

سالانہ چندہ

پاکستان و بھارت .. .. پانچ روپے
دیگر ممالک .. .. دس شلنگ

ایڈیٹر: ابوالعطاء جالندھری ربوہ پاکستان

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دردمندانہ فارسی قصیدہ مطبوعہ ۱۸۹۳ء

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چراست
بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں
آنچہ مے بینیم بلاہا حاجتِ اظہار نیست

آتش افتاد است در رختش بخیزید اے یلاں
دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست

ہر زماں از بہرِ دیں خونِ دلِ من مے تپد
محرمِ ایں دردِ ما جز عالم الاسرار نیست

آنچہ برما مے رود از غم کہ داند جز خدا
زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسے غمخوارئ اہلِ اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست

خونِ دیں بینیم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست

سیرتم آید چو بینم بذلِ شاں در کارِ نفس
کایں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست

ایکہ داری قدرتے ہم عزمِ تائیداتِ دیں
لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست

بیں کہ چوں در خاک مے غلطد ز جورِ ناکساں
آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوار نیست

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را
آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست

اے برادر پنج روز ایامِ عشرت ہا بود
دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۹ | الفرقان ربوہ پاکستان | مئی ۱۹۵۹ء ذوالقعدہ ۱۳۷۸ھ | نمبر ۵

فہرست مضامین

		ٹائیٹل صفحہ
۱۔ "اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں" (نظم فارسی)	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام	
۲۔ عالمِ اسلامی کی دینی حالت کا بھیانک نقشہ	ایڈیٹر	ص۲
۳۔ عالمگیر بے دینی کا بنیادی علاج	"	ص۵
۴۔ شذرات	"	ص۸
۵۔ موازنۂ قرآن و بائبل (حضرت موسیٰؑ کے حالاتِ زندگی)	"	ص۱۲
۶۔ سوالات اور ان کے جوابات	"	ص۱۵
۷۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے متعلق تاریخی شہادت	جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری	ص۱۷
۸۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا؟	ماخوذ از رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی	ص۲۰
۹۔ مقامِ توکّل اور دُعا (نظم)	جناب مولوی ظفر محمد صاحب ظفر	ص۲۵
۱۰۔ عباد الرحمٰن فی القرآن یعنی خدا کے بندوں کے صفات از روئے قرآن مجید	جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مولوی فاضل	ص۲۹
۱۱۔ شانِ نزول اور اس کا تفسیرِ قرآن پر اثر	جناب مولوی عبد الباسط صاحب شاہد کراچی	ص۳۱
۱۲۔ حفظِ قرآن کریم کی ضرورت	مرسلہ قریشی محمد حنیف صاحب سیّاح	ص۳۳
۱۳۔ البیّنات ـــ سلیس ترجمہ اور تفسیری حواشی	ابو العطاء	ص۳۵

"حرفِ محرمانہ" پر تبصرہ

ماہ جون ۱۹۵۹ء کے نمبر سے

"حرفِ محرمانہ" پر تبصرہ

شائع ہوا کریگا

احباب انتظار فرمائیں

(ایڈیٹر)

تردید بہائیت

دو نور رسالے ـــ یعنی

(۱) بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ

(۲) بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے

مجلّد ساڑھے چار روپے ہیں

مینیجر الفرقان ربوہ

ختمِ چندہ کا نشان

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہو گیا ہے جلد توجہ فرمائیں ورنہ آئندہ پرچہ

وی۔پی آئے گا!

مینیجر الفرقان ربوہ

عالمِ اسلامی کی دینی حالت کا بھیانک نقشہ

"رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ" (ایک الہامی دعا)

"کاش ربّ العزّۃ کسی احمد سرہندیؒ یا ولی اللہؒ کو پیدا کرے۔" (ایک تمنا)

صدہا اقتباسات میں سے صرف دو درد مند مسلمانوں کے تازہ ترین بیانات ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) جناب مولانا عبدالماجد صاحب مدیر "صدق جدید" لکھنؤ نے ۱۰ اپریل ۵۹ء کی اشاعت میں کراچی کے ایک درد مند مسلمان کا مراسلہ شائع کیا ہے۔ اس میں تحریر ہے:—

"ایک وہ زمانہ تھا کہ سو میں سے دو چار روزہ خور ہوتے تھے اب یہ وقت آیا ہے کہ سو میں سے بمشکل دو چار روزہ دار ہوتے ہیں۔ اس لادینی۔ اس لادینی ماحول سے طبیعت سخت الجھتی ہے۔ دل بیزار ہو گیا ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا کے کس گوشہ میں عافیت تلاش کی جائے۔ عالمِ اسلامی کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ مصریوں، شامیوں، عراقیوں، حجازیوں، لبنانیوں، لیبیوں، سوڈانیوں، یمنیوں کی جو حالت ہے اس کا مشاہدہ کر چکا ہوں۔ غرض آج کوئی خطّہ ایسا نظر نہیں آتا۔ جہاں احکام دین پر چلنے والے نہ چلنے والوں سے زیادہ ہوں۔ افغانستان اور ایران کا حال معلوم نہیں اسلئے کہ ان ممالک میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ پوری قوم کا اخلاق بگڑ چکا ہے۔ پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے اگر نحبت و ادبار کے بادل اس پر چھائے ہوئے ہیں۔۔۔۔ ڈر ہے کہیں حضرت نوحؑ کی دعا کا مصداق یہ لوگ نہ ٹھہریں کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیّارا۔ انّک ان تذرھم یضلّوا عبادک ولا یلدوا الّا فاجراً کفّاراً ۝ یہ لوگ جو آج دین سے بالکل بے بہرہ، شودہ پشتی اور سرکشی وغیرہ میں مبتلا ہیں۔ ان کے بچے کیونکر دیندار اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے ڈرنے والے پیدا ہوں گے۔ گیارہ برس سے ہندوستان کا کچھ حال معلوم نہیں نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کا کیا عالم ہے اور وہ بیچارے تو خیر ایک حد تک مجبور ہیں۔ جب اختیار والوں کا یہ حال ہے تو ان سے کیا گلہ ہے۔ مخالف حالات میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ جب کبھی قوم کی اخلاقی پستی اور دین سے برگشتگی کا خیال آتا ہے۔ طبیعت افسردہ ہو جاتی ہے اور گھنٹوں حزن وملال کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ کاش ربّ العزّت کسی

احمد سرہندیؒ یا ولی اللہؒ کو پیدا کرے جو قوم کی ان خرابیوں کو دُور کرکے ازسرِنو اس میں غیرتِ ملّی اور احساسِ دینی پیدا کر دے۔"

(۲) جناب حکیم عبد الرحیم صاحب اشرف مدیر "المنبر" لائلپور لکھتے ہیں:۔

(الف) "اب ذرا ایک نظر اس دینِ حق پر بھی ڈال لیں جس کے طفیل ہمیں یہ مسرّت افروز دن میسّر آیا ہے۔

اسلام ——— قاہرہ سے لاہور اور جاکرتا سے کابل تک تمام اسلامی دنیا میں متروک و مہجور نظریّہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔"

(ب) "رہی اسلامی روحِ تقویٰ، تعلق باللہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ تعلق جو اسلام کا حقیقی مدّعا و مقصود ہے تو واقعہ یہ ہے کہ یہ دور اس نقطۂ نظر سے انتہائی مایوس کُن ہے۔"

(ج) "حکومت سے آگے بڑھ کر "اسلامی دنیا" کے تعلیم یافتہ طبقات اور عوام کا جائزہ لیا جائے تو یہ المیہ سامنے آتا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقات کی اسّی فی صد اکثریت کو نہ اسلام کے اصول و مبادیات کا علم ہے اور نہ ہی اسے اسلام کے کامل دین اور صحیح طریقِ زندگی ہونے پر اعتماد ہے۔"

(د) "غرض کہاں تک شمار کیا جائے۔ آج اس اُمّت کی عمومی حالت یہ ہے کہ عاد، ثمود، قومِ نوحؑ، قومِ لوطؑ، قومِ سبا اور دوسری مغضوب و ملعون اقوام کا وجود جن اخلاقی اور اعتقادی جرائم کی بنا پر صفحۂ ہستی سے عذابِ عام کے ذریعے ختم کیا گیا آج یہ تمام جرائم ہمارے ملکوں، شہروں اور آبادیوں میں ہمہ گیر مرض ——— بلکہ وبارِ عام کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور ہم ہر لمحہ اس خطرے کے مُنہ میں ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے رب نے اس اُمّت کو ہلاکتِ عام سے محفوظ رکھنے کا جو مشروط وعدہ کر رکھا ہے اس کی میعاد ختم ہو جائے اور یہ اُمّت بھی پہلوں کی طرح زلزلوں، شکلوں کے مسخ کئے جانے اور دوسرے آسمانی عذابوں کا شکار بننا شروع ہو جائے۔"

(المنبر لائلپور ۱۱ اپریل ۵۹ء)

ان دردناک اور رنج افزا حالات کو پڑھ کر کون سا سچا مسلمان ہے جس کی آنکھیں ——— نہیں ——— بلکہ اس کا دل خون کے آنسو نہ روئے گا۔ اور اسے اس صفحۂ زمین پر زندگی دوبھر معلوم نہ ہوگی۔ یقیناً یہ حالات سخت اندوہناک ہیں۔ ان کا لکھنا اور نقل کرنا بھی طبیعت پر گراں ہے۔ مگر حقیقت کی طرف توجہ دلانے اور آنے والی **خطرناک مصیبت** سے بچنے کے لئے تلقین کرنے کی خاطر ان کا درج کرنا ضروری ہے۔

دین سے بے رغبتی اور اسلام سے انحراف مسلمانوں کے خطرناک مستقبل کے لئے کھلا نذیر ہے۔ اور پھر بڑی آفت یہ ہے کہ ابھی تک وہ صحیح راستہ کی طرف عود بھی نہیں کر رہے، اس طرف ان کا رُخ بھی نہیں۔ ہنوز ان کی ساری تگ و دو مغرب کی تقلید کے لئے وقف ہے وہ روز بروز اس دلدل میں زیادہ سے زیادہ گہرے جا رہے ہیں۔

ہر سوچنے والا دل گواہی دیگا کہ ان مسلمانوں کو اس الحادی دلدل سے نکالنے کے لئے زبردست آسمانی

ہاتھ کی ضرورت ہے۔ خدائی تدبیر کے کرشمہ ہائے قدرت کے بغیر اصلاح سراسر ناممکن ہے۔ انسانی تدبیروں کا خاتمہ ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جس پاک وجود کو مسلمانوں میں سے مسیحا بنا کر بھیجا ہے ابھی تک قوم کے علماء اور رہنما اس کے شنوا نہیں ہوتے۔ رہ رہ کر دل میں درد اُٹھتا ہے۔ کہ کاش ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت جلد سے جلد پھر جادۂ مستقیم پر گامزن ہو جائے اور مسلمان اپنی اصلاح کر کے پہلے سے بھی بڑھ کر خدائی فضلوں کے وارث بن جائیں۔ اور ہر قسم کے عذاب اور بلاؤں سے محفوظ ہو جائیں۔ احمدی جماعت کے سب کے سب افراد اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی دردناک حالت پر افسردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی الہامی دعاء۔

"رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ"

کہ اے اللہ! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی خود اصلاح فرما۔"

(تذکرہ ص۴۷ و ص۲۴۴)

کلمات دن ورد کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے جبکہ الٰہی نوشتہ "بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد" اپنی حقیقی شان میں پورا ہو۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العٰلمین۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ارشاد

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔"

(الفضل ۵ جنوری ۵۶ء)

ایک مبارک خواب

اخویم محترم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل ایڈیٹر اخبار بدر قادیان نے اپنے تازہ مکتوب میں اپنا ایک خواب تحریر فرمایا ہے۔ جو حدیث نبوی "المؤمن یریٰ و یریٰ لہ" کے مطابق ایک مبارک خواب ہے۔ اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

"سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ صبح کے وقت اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ آں محترم اچانک قادیان میں تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر مَیں بہت خوش ہوا ہوں اور دل ہی دل میں کہتا ہوں۔ کہ چلو اب ۱۷ویں پارے کا جو درس صاحبزادہ صاحب نے دینا تھا اب محترم مولوی صاحب دیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ باقی کا سارا قرآن مجید بھی پاس میں میرے ذمہ کا آخری حصہ بھی آجاتا ہے۔ چنانچہ نظارہ بدلا اور مَیں نے دیکھا کہ مسجد اقصےٰ کے جنوبی جانب مستورات کی قنات کے قریب آپ درس دے رہے ہیں۔ اس طرح کہ ایک لڑکا عبدالکریم ناصر ملکانہ پہلے قرآن سریلی آواز سے پڑھتا ہے اور آپ ساتھ کے ساتھ اسکا ترجمہ اور تفسیر فرماتے ہیں۔ اس پر بیدار ہو گیا۔ فی الحقیقت ۱۱ویں سے ۱۷ویں پاروں کا درس صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ہی نے دیا ہے اور ۱۸ویں سے سورۃ عنکبوت تک مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل نے اور آخری دس پاروں کا درس یہ عاجز دے رہا ہے۔"

عالمگیر بے دینی کا بنیادی علاج

زمینی زہروں کے لئے آسمانی تریاق

مقامِ شوق بے صدق و یقیں نیست ❊ یقیں بے صحبتِ روح الامیں نیست (اقبال)

انسانیت کی رگ رگ میں گناہ آلود زندگی کا زہر سرایت کر چکا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرنے والی اور دیگر غیر مسلم اقوام کے افراد کا تو کیا کہنا ہے خود مسلمانوں کی ابتر حالت ایک محسوس حقیقت بن چکی ہے۔ جس پر اپنے و بیگانے مرثیہ خواں ہیں۔ دردمند مسلمان زہر کے گھونٹ پی رہے ہیں۔ انسانی تدبیریں اور زمینی علاج اس روحانی وبا کے علاج میں ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ بلکہ حالت ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کی مصداق ہو رہی ہے۔ ان حالات پر غور کرنے سے ایک سوال بار بار انسانی قلب میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا اِس زہر کا کوئی تریاق نہیں؟

اِس سوال کا **یقینی جواب** یہی ہے کہ اِس زہر کا تریاق ضرور موجود ہے۔ انسانی عقل اِس بات کو باور کرنے سے قاصر ہے کہ خدائے ارحم الراحمین انسانوں کو اس طرح ظلمات میں بھٹکنے دے اور ان کے لئے نور کا سامان پیدا نہ کرے گلشن بشریت اس طرح تباہ و ویران ہو رہا ہو اور اس باغ کے مالک کو اس کا احساس تک نہ ہو۔ اللہ کے بندے مشرق و مغرب میں اس طرح روحانی آفات کا شکار ہو رہے ہوں اور وہ ان کی حفاظت کے لئے کوئی سامان نہ کرے۔ یہ بات انسانی عقل کے لئے ناقابلِ تصور ہے۔ دین اور فطرت کے بھی خلاف ہے اسلئے یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس مرض کو صحت سے اور اِس مُردنی کو زندگی سے بدلنے کے لئے ضرور کوئی تریاق مقرر فرمایا ہے۔

اگر سوچا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانیت کی تمام روحانی امراض کا سرچشمہ وہ بے یقینی اور بے اعتمادی کی کیفیت ہے جو اس وقت دلوں پر چھائی ہوئی ہے۔ یقین انقلاب آفریں ہوتا ہے۔ یقین سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ یقین کی بنا پر انسان ہر قربانی کر سکتا ہے۔ یقین انسان کو ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی طاقت بخشتا ہے۔ یقین انسان کی گناہ آلود زندگی کی کینچلی کو اس کی روح سے اتار کر اُسے نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ غرض یقین ہی ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتا اور نیکیوں اور بلند اخلاق کا مجسمہ بناتا ہے۔ یقین ہی ہے جو اسے اپنے آقا کا فریفتہ و شیفتہ بنا کر اسے دائمی زندگی کا وارث بناتا ہے۔

آج جو بے عملی اور بدکرداری پھیلی ہوئی ہے، آج جو اخلاق تباہ ہو چکے ہیں اور عدل و انصاف کا خون ہو رہا ہے اس کا **بنیادی موجب** یہی ہے کہ انسانوں کو — افراد کو اور قوموں کو — اس امر کا یقین نہیں ہے کہ اس کائنات کا ایک خدا ہے۔ زندہ اور حیّ و قیّوم مالک ہے جس کے سامنے ہم سب نے مرنے کے بعد اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔ بلکہ اس زندگی کے ہر لمحہ میں ہم اس کے سامنے پیش ہیں۔ اور اپنے افعال و اعمال کے نتیجہ سے دوچار ہو رہے ہیں۔ یہی اصل مرض ہے اور یہی زہر ہے جس نے انسانیت کی

تمام رگوں کو مسموم کر رکھا ہے اور ذات تباہی کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔

اس بے یقینی کا علاج ہو جائے، اس بے اعتمادی کو دُور کر دیا جائے تو آج پھر انسانیت کی رگوں میں زندہ خون دوڑ سکتا ہے۔ پھر انسان با اخلاق اور روحانیت آشنا ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ زمین **جنت کا گہوارہ** بن سکتی اور کشتِ روحانیت پھر سرسبز و شاداب ہو سکتی ہے پس ضرورت ہے کہ انسانوں کے عدم یقین کو یقین سے تبدیل کیا جائے اور ان کی بے ایمانی کو ایمان سے بدلا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ بے یقینی کی کیفیت کیونکر بدلی جائے۔ پہلے زمانوں میں اس حالت کو کس طرح بدلا جاتا رہا ہے اور کس طرح مُردہ زمین کو پھر زندہ کیا جاتا رہا ہے؟۔ اس سوال کے جواب پر تمام آسمانی صحیفے متفق ہیں، ساری تاریخ کی متفقہ شہادت ہے اور انسانی دل خود بول رہے ہیں کہ ایسے ہولناک اوقات میں ایسی روحانی وباء کے زہروں کا تریاق آسمان سے اُترتا رہا ہے اور خدا تعالےٰ اپنے کسی فرستادہ کے ذریعہ مُردہ قوموں میں زندہ یقین اور محرک ایمان پیدا کرتا رہا ہے۔ دُور کیوں جائیں علامہ **اقبالؔ** بھی کہتے ہیں ؎

مقامِ شوق بے صدق و یقیں نیست
یقیں بے صحبتِ روح الامیں نیست

(ارمغانِ حجاز)

نزولِ جبرئیل کے بغیر یہ بے یقینی بدلی نہیں جا سکتی۔ اور اس مُردہ ایمان کی جگہ زندہ یقین پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس نزولِ جبرئیل یا "صحبتِ روح الامین" سے محرومی اصل سبب ہے جس سے یہ ساری مصیبت نازل ہو رہی ہے اور روحانی موت چاروں طرف پاؤں پھیلا رہی ہے۔

علامہ اقبالؔ کا بیان بلاشبہ درست ہے مگر بہرحال وہ ایک فلاسفر کی ریسرچ ہے۔ آیئے ہم آپ کو اس روحانی میدان کے شہسوار کی زبان سے "صحبتِ روح الامین" کی قدر و قیمت بتائیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے **کلیم**
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہرِ وحیٔ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
یہ وہ گُل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار
یہ وہ ہے **مفتاح** جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری **فتح** ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
ہے خدا دانی کا آلہ بس یہی اسلام میں
محض قصّوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار
ہے یہی **وحیٔ خدا** عرفانِ مولیٰ کا نشاں
جس کو یہ کامل ملے اس کو ملے وہ دوستدار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اللہ تعالےٰ ایک وراء الوریٰ ہستی ہے۔ اس کے وجود پر کامل یقین اس کی وحی اور الہام سے ہی پیدا ہوتا رہا ہے۔ ایسا سچا یقین جو انسان کو اس کے آستانہ پر گرا دے بجز مکالمہ الٰہیہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ یقین ہمیشہ ہی "صحبت روح الامین" سے حاصل ہوتا رہا ہے اور اب بھی اسی ذریعہ سے حاصل ہوگا۔

مقامِ حیرت و افسوس ہے کہ مسلمان بھی جنکی پاک کتاب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا **اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ** ۔ کہ استقامت رکھنے والے موحد مسلمانوں پر خدا کے فرشتے "اُترتے رہیں گے" ان مسلمانوں نے بھی

دوسری روحانی طور پر مُردہ اقوام کی پیروی میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب مکالمہ الٰہیہ کا دروازہ بند ہے۔ وحی والہام کا سلسلہ آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اب عقل کامل سب کچھ کر لیگی ہمیں کسی صاحب وحی کی ضرورت نہیں۔ یہ غلط عقیدہ مسلمانوں میں رائج کرنے والے اس زمانہ کے غلط کار فلاسفر اور خشک روحانیت سے بے بہرہ علماء تھے۔ انہوں نے اپنے اثر و نفوذ سے نئی نسلوں کو یہ زہر پلانا شروع کیا اور انہیں خالص مادی زندگی کا دلدادہ بنا دیا۔ اور مغرب کی تقلید ان کا نصب العین قرار دیدیا۔ زہر اپنا اثر کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نئی پود دین اور دین کے سچے حاملوں سے بیزار ہو گئی اور اس کی عملی قوتیں مفلوج ہو گئیں اور ان کے دلوں کا ایمانی پودا اعمال کے پانی کے بغیر مرجھاتا گیا حتّٰی کہ اس کے خشک ہونے کی نوبت آگئی اور اب نئی نسل کی آنکھیں ان ظاہر پرست ملانوں اور قوم کے علمی لیڈروں اور فلاسفروں سے بھی برگشتہ ہو گئیں اور وہ دینی عقائد پر مذاق کرنے لگی۔ یہ حالت مشرق اور مغرب کے تمام اسلامی ممالک میں ہو رہی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہوا تو یہ حالت نہایت ہی ہولناک نتائج پیدا کرے گی۔ اسلام کے لئے اور درد مند مسلمانوں کے لئے یہ دن سخت **فکر مندی کے دن** ہیں۔ درد مند دل پکار رہے ہیں کہ کاش کوئی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا کوئی ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کھڑا ہو یعنی خدا کا وہ بندہ جسے اس سے مکالمہ کی نعمت حاصل ہو پیدا ہو۔ اس لئے یقین کی کیفیت کے پیدا کرنے کے۔ ذمہ دار وہ علماء ہیں جو خدا کے مکالمہ کو بند قرار دیتے رہے ہیں۔ وہ تعلیم یافتہ فلاسفر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحی کو بے ضرورت ٹھہراتے رہے ہیں۔ ان کی اس غلط روش کا نتیجہ آج ساری مسلمان قوم بھگت رہی ہے اور سب پر ایک مُردنی سی چھائی ہوئی ہے۔ اس زہر کا تریاق خدا کا یقینی اور قطعی کلام ہے جو آج بھی اس کے بندہ مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا ہے۔ اور اس کلام نے اپنی زندگی بخش تاثیرات سے اس **مامور کی جماعت** میں ایمانی حرکت پیدا کر رکھی ہے۔ احمدی جماعت کے افراد آخر دوسرے فرقوں میں سے ہی آئے ہیں مگر یہ کیا بات ہے کہ ان میں اسلام کی تبلیغ کا جنون ہے ان کے بچے اور بوڑھے عورتیں اور مرد اپنے پسینے کی کمائی سے لاکھوں روپیہ دین کی اشاعت کے لئے پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ ان کے نوجوان اپنی جوانی کو دور دراز مہذب اور غیر مہذب ممالک اور اقوام تک پیغام حق پہنچانے میں صرف کر رہے ہیں۔ آخر ان لوگوں میں یہ قوتِ عمل کس روحانی کشش کا کرشمہ ہے؟ صرف وہ یقین ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے اور وہ یقین قرآن مجید کی اتباع میں خدا کی وحی اور الہام سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس یقین پر ان کی ساری قربانیوں کی بنیاد ہے۔ یہ تو ایک محسوس و مشہود بات ہے۔ باقی جو روحانی کیف اور عشقِ ربانی کی مخمورانہ حالت کلام الٰہی سے اہلِ دل کو حاصل ہے اسے تو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں جو "مقامِ شوق" حاصل ہوا ہے وہ مکالمۂ الٰہیہ کا ثمرۂ شیریں ہے۔ اے کاش! کہ ہمارے سارے مسلمان بھائی اس روحانی لذت سے بہرہ اندوز ہوں اور حصہ وافر پائیں۔ آمین یا ربّ العالمین ؏

خریدار حضرات!

اپنے رسالہ کی توسیع کے لئے ایک ایک اور خریدار دیکر ممنون فرمائیں۔

(مینجر الفرقان)

شذرات

(۱)

حجاز میں اونٹوں کی بجائے موٹریں

حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے خدا سے علم پا کر مسیح موعودؑ کے زمانہ کی ایک علامت یوں بیان فرمائی تھی۔ ولیُترکنّ القلاصُ فلا یُسعیٰ علیہا کہ اس وقت جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے تیز رفتاری کا کام نہ لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم) اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے :" ای لا یعمل علی القلاص وھو بکسر القاف جمع القَلوص بفتحہا وھی الناقۃ الشابۃ " (مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۹۳) کہ مراد یہ ہے کہ جوان اونٹوں اونٹنیوں سے تیز رفتاری کا کام نہ لیا جائے گا۔

قارئین کرام اس حدیث نبوی کو ذہن میں رکھتے ہوئے مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کے "سفر حج" کے الفاظ ذیل ملاحظہ فرمائیں :-

" یہاں کے ڈرائیور گاڑیاں بہت تیز رفتار سے چلانے کے عادی ہیں معلوم ہوتا ہے اونٹ کے بعد ان کو جو موٹریں مل گئی ہیں تو اونٹ کی سست رفتاری کا انتقام وہ موٹروں سے لینا چاہتے ہیں۔ گاڑیاں عموماً بہت اچھی ہیں " (اخبار المنیر لائل پور ۲۰ / اپریل ۵۹ء)

کیا اب بھی کہا جائے گا کہ ابھی مسیح موعودؑ کے ظہور کا زمانہ نہیں آیا ؟

(۲)

حصولِ علم کا اعلیٰ ذریعہ وحی و الہام ہے

جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی پرنسپل اسلامیہ کالج کلکتہ لکھتے ہیں :-

" فلسفہ اور مذہب کے امتزاج سے علم کلام کی بنیاد پڑی جس کے معنے یہ تھے کہ کسی شرعی حقیقت پر ایمان لانے کے لئے صرف قرآن اور حدیث کا بیان کافی نہیں۔ بلکہ وہ اس وقت تک لائق قبول نہ ہوگی جب تک فلسفہ کی بارگاہ سے اس کی صحت کا فتویٰ صادر نہ ہو جائے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے حصولِ علم کے اعلیٰ ذریعہ یعنی وحی و الہام کی بجائے ادنیٰ ذریعہ یعنی فلسفہ و کلام کو اپنا ملجأ و مأویٰ بنا لیا۔ یقین کی شاہراہ چھوڑ کر ظن و تخمین کے راستے پر پڑ لینے کا نتیجہ گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا ؟"

(رسالہ "ندائے حق" لاہور فروری ۵۹ء صفحہ ۲۶)

(۳)

بے ثبوت نئے دعویٰ کی بجائے ثبوت پیش کیجئے

مولانا احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند نے اپنے مکتوب مندرجہ رسالہ "پیامِ مشرق" لاہور (جنوری ۵۹ء) میں لکھا تھا کہ :-

" ایک شاعر نے کہا ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین"

ہم نے الفرقان ماہ فروری میں ذکر کیا تھا کہ یہ شعر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی طویل نظم مندرجہ رسالہ فتح اسلام مطبوعہ ۱۸۹۱ء کا ہے۔ اس پر مدیر صاحب پیامِ مشرق نے "بوالعجبی" کے عنوان سے لکھا ہے:۔

"ہم معاصر کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اس شعر کے متعلق جو آپ نے تحریر کیا ہے قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہاں ہم اس حد تک ماننے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے اس شعر کو نقل کر کے اپنے نام سے منسوب کر لیا ہو۔ کیونکہ ان کی اکثر تصنیفات اسی طرح افراط و تفریط (!) کے بعد اپنے نام سے منسوب کی گئی ہیں۔ اگر اس کے متعلق کسی ثبوت کی ضرورت دپیش ہو تو ہم تسلی کرانے کے لئے تیار ہیں۔" (مارچ ۱۹۵۹ء)

الفرقان آپ تو "انما یعلمہ بشر" کا بے ثبوت اعتراض دُہرانے سے اپنے خلاف الزام قائم کر رہے ہیں۔ اگر اپنے دعویٰ کا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو اسے چھپائے رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ضرور پیش فرمائیے۔

—— (۴) ——

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب امرتسری بسمل مرحوم کے متعلق

شیعہ مضمون نگار "حجۃ الاسلام نجفی" لکھتے ہیں:۔

"کچھ علمائے اہلسنت بھی حضرت (امام غائب) کی حیات کے قائل ہیں جیسا کہ ابن حجر نے صواعق میں لکھا ہے۔ عبید اللہ امرتسری علمائے ا[illegible] سے تھے اپنی کتاب ارجح المطالب میں شیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی کی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مہدی فرزند امام عسکری زندہ ہیں۔"
(صداقت گوجرہ ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری نے اپنی شیعیت کے زمانہ میں کتاب ارجح المطالب تصنیف فرمائی تھی اور آپ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا کر عرصہ دراز تک خدمت اسلام و احمدیت بجا لا کر وفات پا چکے ہیں۔ ہمارے دوستوں کو واقعات کو مسخ کر کے استدلال نہ کرنا چاہیئے۔

—— (۵) ——

دوکنگ میں عید الفطر کے دن کا ایک منظر

"دوکنگ میں نماز کے بعد یہ تقریب میلے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی لاؤڈ سپیکر سے جہاں سے ابھی ابھی مولانا یعقوب خان صاحب سول اینڈ ملٹری گزٹ کے سابق ایڈیٹر اور حال امام دوکنگ خطبہ دے رہے تھے۔ ابھی فلمی ریکارڈوں کی دھنیں سنائی دینے لگتی ہیں اور لتا، ثریا اور طلعت محمود کے گانوں کے ساتھ ساتھ زندہ دل مسلمان گول دائروں میں بیٹھ کر تالیوں سے داد دیتے ہیں۔" (پیغام صلح ۲۲/اپریل ۱۹۵۹ء صلہ)

—— (۶) ——

ایک نہایت معقول جواب

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اپنے سفر حج کے حالات میں

لکھتے ہیں:-

"جو لوگ عقیدت کے جذبات کے ساتھ حج کے لئے آتے ہیں۔ جب وہ عین حرم کے اندر اہلِ حرم کے ہاتھوں حرم اور اس کے شعائر کی یہ بے حرمتی دیکھتے ہیں۔ تو وہ سرے سے حج ہی سے بدگمان ہو جاتے ہیں اگرچہ اس طرح کے واقعات سے اس قسم کا تاثر لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ آخر شیطان کہاں نہیں ہے کسی حبشی یا یمنی کی جہالت سے متاثر ہو کر آدمی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بنائے ہوئے گھر اور اس کی برکتوں سے کیوں بدگمان ہو جائے؟ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جس قسم کے لوگ مصلّی کے فرائض انجام دیتے ہیں ان کو دیکھ کر دل پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ ان میں وقار، سنجیدگی اور دین داری کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا"

(المنبر ۲۰ر اپریل ۵۹ء)

(۷)

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں بعد بمعنی غیر ہے

ضلع سرگودھا کے رسالہ "الفاروق" نے کیرہ نے حدیث منزلت کے جملہ لا نبی بعدی کے متعلق لکھا تھا کہ اس جگہ بعدی کے معنے غیری ہے۔ اس پر ہم نے ایک سخن گسترانہ بات پیش کر دی تھی کہ جو نبوت غیریت کی حامل نہ ہو۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین، آپؐ کی شریعت اور آپؐ کے کلمہ کا نسخ لازم نہ آئے۔ جیسا کہ عامۃ المسلمین مسیح موعود کی نبوت کے متعلق مانتے ہیں تو ایسی نبوت ظلیہ کی نفی لا نبی بعدی سے مقصود نہ ہوگی۔

فاضل ایڈیٹر صاحب الفاروق رقمطراز ہیں:-

"ہاں جو بات دوسرے نمبر پر لکھی ہے وہ صحیح ہے کہ بعد بمعنی غیر ہے لیکن پھر لفظ غیر کو ایسے ایسے معنے پہنائے ہیں جن کو وہ برداشت نہیں کرتا"

اس اعتراف کے بعد آپ قیاس مع الفارق امثلہ جیسے لا الٰہ الّا اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے ہیں۔ مثال تو وہ دینی چاہیئے جہاں لفظ بعد بمعنی غیر وارد ہوا ہو اور اس کو وہ معنے نہ پہنائے جاسکیں جو الفرقان نے ذکر کئے ہیں۔ ہم خود مولانا کی خدمت میں آیت قرآنی فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ (الاعراف: ۱۸۵) پیش کر کے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس پر تدبر فرما کر ہمارے استدلال کی تصدیق فرمالیں۔

(۸)

مسئلہ ختم نبوت کا جدید اور احسن ترین حل

اخبار "پیغام صلح" (۲۲ر اپریل ۵۹ء) لکھتا ہے:-

"صدیقی صاحب کے بعد جناب ابوبکر غزنوی صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ نے سب سے پہلے سورۂ آل عمران کا نواں رکوع پُرسوز قرأت سے پڑھا۔ آپ نے مسئلہ ختم نبوت کو یہ انداز نو ایک احسن طریق پر حل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح جسمانی دنیا میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس میں تمام اعضا اور حواس بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں اور

جس کے بعد کسی اور بہترین مخلوق کا تصور ہی ناممکن ہے اسی طرح روحانی دنیا میں حضرت رسول کریم صلعم میں روحانیت کی ہر چیز اپنے کمال عروج تک موجود ہے - اب ان کے وجود کے بعد کسی اور روحانی وجود کا تصور ہی نہیں ہو سکتا -

آپ نے مزید وضاحت فرماتے ہوئے ایک اور مثال دی کہ جس طرح ایک بیج جو خاک میں پنہاں ہوتا ہے بڑھتا ہے اور شاخوں اور کونپلوں میں منقسم ہوتا ہوا پھول دار ہوتا ہے اور آخر کار پھل لاتا ہے بالکل اسی طرح نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے چل کر آنحضرتؐ میں عین پختہ پھل کی شکل میں نمودار ہوئی جس طرح پھل کے بعد یہ خیال کرنا کہ کوئی اس سے بہتر چیز پیدا ہو سکتی ہے ناممکن ہے اسی طرح آنحضرت کے بعد کسی بہتر نبی کا ہونا خیال باطل ہے ''

الفرقان - یہ کوئی نیا حل نہیں ہے - یہ تو وہی مفہوم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک شعر

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

میں بیان فرمایا ہے - اور جسے امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی مثال سے ہی ذکر کر چکے ہیں - اور جماعت احمدیہ ابتدا سے یہی کہہ رہی ہے کہ خاتم النبیین کے معنے اس بہترین اور کامل ترین نبی کے ہیں جس سے " بہتر روحانی وجود " یا " بہتر نبی " پیدا ہونا ممکن نہ ہو - اگر ہمارے بھائی آج بھی غزنوی صاحب کے مفہوم کو اپنالیں تو انہیں ہم سے ح

جو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی - ع
ز سعدی شنو گر ز من نشنوی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابیوں کی رحلت

اپریل ۱۹۷۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو پُرانے اور مخلص صحابی وفات پاگئے ہیں - انا للہ وانا الیہ راجعون - حضرت شیخ محمد نصیب صاحبؓ اولین زمانہ کے ان کارکنوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی اوقات میں سلسلہ کے دفاتر میں خدمات سرانجام دی ہیں - شیخ صاحب موصوف ذکر الٰہی کرنے والے اور پُرجوش مبلغ تھے - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے - ان کے پسماندگان کا حامی و ناصر ہو - آمین یا رب العالمین -

حضرت ملک حسن محمد صاحب ممبر یالوی بھی پُرانے صحابہ میں سے تھے - آپ ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں ہر لمحہ اپنے علم میں اضافہ کا فکر رہتا تھا - اور ہر گھڑی اعمال صالحہ کی ترقی کیلئے کوشاں رہتے تھے - آپ نے ہمیشہ کھلے بندوں احمدیت کی تبلیغ کی اور خدا کا پیغام ہر کس و ناکس کو پہنچایا - تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں آپ دُور دراز علاقوں میں گئے اور ہر جگہ اپنے نیک نمونہ اور زبانی کلام سے تبلیغ کی -

رسالہ الفرقان سے بھی انہیں گہری دلچسپی تھی اس کے لئے ہمیشہ چشم براہ رہتے تھے - اور وقت مقررہ پر بلا مطالبہ سالانہ چندہ پیشگی ادا فرماتے تھے -

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ انہیں بھی اپنے قرب میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مرتبہ عطا فرمائے اور ان کی ساری اولاد کو اپنے فضلوں سے نوازے - آمین

(ادارہ)

موازنۂ قرآن مجید و بائیبل ۱۲

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی

حضرت موسیٰ کی جوانی اور مصر سے مدین جانے کے بارے میں بائیبل میں لکھا ہے کہ :-

(الف) "ان دنوں میں یوں ہوا کہ جب موسیٰ بڑا ہوا تو اپنے بھائیوں پاس باہر گیا اور ان کی مشقتوں کو دیکھا اور دیکھا کہ ایک مصری ایک عبرانی کو جو اس کے بھائیوں میں سے ایک تھا مار رہا ہے۔ پھر اس نے ادھر اُدھر نظر کی اور دیکھا کہ کوئی نہیں تب اس مصری کو مار ڈالا اور ریت میں چھپا دیا۔ جب وہ دوسرے دن باہر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ دو عبرانی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ تب اس نے اس کو جو ناحق پر تھا کہا کہ تو اپنے یار کو کیوں مارتا ہے؟ وہ بولا کہ کس نے تجھے ہم پر حاکم یا منصف مقرر کیا؟ آیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے اس مصری کو مار ڈالا مجھے بھی مار ڈالے؟ تب موسیٰ ڈرا اور کہا کہ یقیناً یہ بھید فاش ہوا۔ جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسیٰ کو قتل کرے۔ پر موسیٰ فرعون کے حضور سے بھاگ اور مدیان کی زمین میں چلا گیا"۔

(خروج ۲ : ۱۱-۱۴)

(ب) "موسیٰ نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کلام اور کام میں قوت والا تھا۔ اور جب وہ چالیس برس کے قریب ہوا تو اس کے جی میں آیا کہ میں اپنے بنی اسرائیل بھائیوں کا حال دیکھوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک کو ظلم اٹھاتے دیکھ کر اس کی حمایت کی اور مصری کو مار کر مظلوم کا بدلہ لیا۔ اس نے تو خیال کیا کہ میرے بھائی سمجھ لیں گے کہ خدا میرے ہاتھوں انہیں چھٹکارا دیگا مگر وہ نہ سمجھے۔ پھر دوسرے دن وہ ان میں سے دو لڑتے ہوؤں کے پاس آ نکلا اور یہ کہہ کر انہیں صلح کرنے کی ترغیب دی کہ اے جوانو! تم تو بھائی بھائی ہو کیوں ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہو لیکن جو اپنے پڑوسی پر ظلم کر رہا تھا اس نے یہ کہہ کر اسے ہٹا دیا کہ تجھے کس نے ہم پر حاکم اور قاضی مقرر کیا؟ کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح کل اس مصری کو قتل کیا تھا؟ موسیٰ یہ بات سنکر بھاگ گیا اور مدیان کے ملک میں پردیسی رہا گیا"۔

(اعمال ۷ : ۲۲-۲۹)

قرآن مجید نے اس بارے میں سورۃ القصص میں فرمایا ہے :-

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰىٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ڭ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ

وهٰذا من عدوّه فاستغاثه الّذی من شیعته علی الّذی من عدوّه فوکزه موسٰی فقضی علیه قال هٰذا من عمل الشیطٰن انّه عدوٌّ مضلٌّ مبین ○ قال ربّ انّی ظلمتُ نفسی فاغفرلی فغفرله انّه هو الغفور الرحیم ○ قال ربّ بما انعمت علیّ فلن اکون ظهیراً للمجرمین ○ فاصبح فی المدینة خائفًا یترقّب فاذا الّذی استنصره بالامس یستصرخه قال له موسٰی انّك لغویٌّ مبین ○ فلمّا ان اراد ان یبطش بالّذی هو عدوّ لهما قال یٰموسٰی اتریدان تقتلنی کما قتلت نفساً بالامس ان ترید الّا ان تکون جبّاراً فی الارض وما ترید ان تکون من المصلحین ○ وجاء رجلٌ من اقصا المدینة یسعٰی قال یٰموسٰی انّ الملأ یأتمرون بك لیقتلوك فاخرج انّی لك من النّصحین ○ فخرج منها خائفًا یترقّبُ قال ربّ نجّنی من القوم الظّٰلمین ○ (القصص ع ۲)

ترجمہ۔ جب حضرت موسیٰ اپنی پختگی اور مضبوطی کو پہنچے اور کامل مرد بن گئے ہم نے انہیں فیصلہ کی قوت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ موسیٰؑ ایک دفعہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جب اہل شہر غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ موسیٰؑ نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک موسیٰؑ کی قوم کا تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا۔ موسیٰؑ کے ہم قوم نے اپنے دشمن کے خلاف موسیٰؑ سے مدد طلب کی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے اسے مکا مار کر پرے ہٹایا جس سے وہ شخص مر گیا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ شیطانی کام کا نتیجہ ہے۔ وہ گمراہ کرنے والا کھلا دشمن ہے۔ پھر موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو اب میری حفاظت فرما اور میری ڈھال بن۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو سنا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ دوسری صبح خطرہ کے احساس کے ماتحت موسیٰؑ شہر میں خوفزدہ پھرتے تھے کہ اچانک وہی شخص جس نے انہیں کل مدد کے لئے بلایا تھا آج بھی انہیں فریاد رسی کے لئے بلا رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے کہا کہ تو تو کھلا کھلا گمراہ اور فسادی ہے (روز لڑتا رہتا ہے)۔ اس سرزنش کے بعد جب موسیٰؑ نے اس شخص کو پکڑنے کا ارادہ کیا جو ان دونوں کا دشمن تھا۔ تو وہ چلا اٹھا کہ اے موسیٰ! کیا تو اب مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح تو نے کل ایک شخص کو ہلاک کر دیا تھا۔ تو اس ملک میں جبار و سرکش بننا چاہتا ہے اور تیرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تو ملک میں اصلاح کرنے والوں میں سے بنے۔ پھر شہر کی دوسری طرف سے ایک شخص دوڑتا ہوا حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ سرداران قوم تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں تا کسی طرح تجھے قتل کر دیں۔ میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ اور میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس شہر سے فوراً چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ وہاں سے فوراً خوف کی حالت میں ہوشیاری اور احتیاط سے نکل کھڑے ہوئے اور یہ دعا کی کہ اے

میرے رب! مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما!"

ان آیات کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی اور ان کے مقرب بارگاہ ایزدی ہونیکا ذکر کیا گیا ہے اور انہیں بطور فریادرس مظلوماں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمرۂ المحسنین میں ہونے کی دلیل کے طور پر واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ بائیبل کا بیان انہیں صاف طور پر ارادۃً قاتل ٹھہراتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے قتل عمد کے بعد مقتول کی لاش کو ریت میں چھپا دیا۔ قرآن مجید یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ظالم قبطی حضرت موسیٰ کا مکا لگنے سے مرگیا تھا مگر یہ نہیں کہتا کہ حضرت موسیٰ اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر آگے حضرت موسیٰ کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ قرآن مجید کے نزدیک قاتل نہ تھے ہاں غلطی سے انکے ایک فائق فعل کے نتیجہ میں قتل واقع ہوگیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں حضرت موسیٰ قابل گرفت نہ تھے بلکہ فرعونی ہی ظالم تھے۔ حضرت موسیٰ نے اس ظالم قبطی کو بھی عمل الشیطان کا مرتکب قرار دیا اور کہا کہ تجھے اس بُرے فعل کا خمیازہ بھگتنا پڑا ہے —— ہاں ہم حضرت موسیٰ ظالم فرعونیوں کے ظالمانہ فیصلہ سے خطرہ محسوس کرتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ سے بار بار پناہ چاہتے تھے۔

دوسرے روز جو واقعہ پیش آیا اس میں پھر پہلا مظلوم اسرائیلی ہی فریادی تھا اور اس پر ظلم کرنے والا ایک اور قبطی یعنی فرعون کے خاندان کا فرد تھا۔ اس جگہ بھی قرآن مجید اور بائیبل میں اختلاف ہے۔ بائیبل ظالم کو بھی عبرانی قرار دیتی ہے مگر قرآن مجید اسے دشمن قوم کا فرد ٹھہراتا ہے۔ اس شخص کا حضرت موسیٰ سے خطاب کا انداز اور حضرت موسیٰ کا اپنے مظلوم بھائی کے لئے حوصلہ مندانہ اقدام بتا رہے ہیں کہ اسجگہ بھی قرآنی بیان ہی درست ہے۔ بائیبل میں اسجگہ بھی تحریف کی گئی ہے۔ یہ ظالم بھی فرعونی تھا۔

اس دوسرے واقعہ کے بعد قرآن مجید اور بائیبل متفق ہیں کہ حضرت موسیٰ کے خلاف فرعون یا فرعون مع اسکی کابینہ کے ارادے یہ تھے کہ حضرت موسیٰ کو قتل کر دیا جائے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ دوسرے موقعہ پر حضرت موسیٰ کا مخاطب حکمران طبقہ ہی کا فرد تھا اسی لئے اتنی جلدی اوپر کے حلقوں میں انتہائی کارروائی کے مشورے شروع ہوگئے۔

بائیبل یہ نہیں بتاتی کہ حضرت موسیٰ کو فرعونیوں کے ارادۂ قتل کا علم کس طرح ہوا۔ وہ گویا حضرت موسیٰ کے فرار کو مجرمانہ ذہنیت کا ایک طبعی نتیجہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے مگر قرآنی بیان کے مطابق حضرت موسیٰ بے گناہ تھے اور ان کا ضمیر پاک تھا اسلئے وہ یہ بتلاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو از خود سرزمین مصر کے ترک کرنیکا خیال پیدا نہ ہوا تھا بلکہ انکے ایک خیرخواہ نے دُور جگہ سے فوری طور پر آکر انہیں آنے والے خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے وہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوشل تعلقات اور انکی روحانی قوت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کیونکہ اعلیٰ طبقہ کے بعض افراد میں بھی ان کی ہمدردی تھی۔

بائیبل اور قرآن مجید ہر دو حضرت موسیٰ کے مصر سے چلے جانیکا ذکر کرتے ہیں مگر قرآن مجید کا بیان ایک روحانی انسان کے حال کے شایانِ شان ہے۔ ربّ نجّنی من القوم الظّٰلمین کی دعا جو اس موقعہ پر حضرت موسیٰ نے فرمائی تھی وہ کتنی پُر اثر ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کو اپنے مظلوم ہونے اور فرعونیوں کے ظالم ہونے کا بھی پورا یقین تھا اور وہ خدائی نصرت پر بھی پختہ ایمان رکھتے تھے۔

اس جگہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بائیبل حضرت موسیٰ کو فرعونیوں کے علوم میں طاق قرار دیتی ہے مگر قرآن مجید کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو خاص علوم لدنّی سے نوازا تھا اور انہیں صحیح قوتِ فیصلہ عطا فرمائی تھی اور انہیں اپنا مقرب بنایا تھا۔

بالآخر آج کی قسط میں قارئین کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی جاتی ہے کہ وہ یہ بھی غور کریں کہ بائیبل اور قرآن مجید کے اسلوبِ بیان میں کس طرح زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (باقی آئندہ)

سوالات اور اُن کے جوابات

سوال نمبر ۱ - مسافر کے لئے روزہ دن کی دوسرے ایام میں گنتی پوری کرنے کا جو حکم ہے اس کو بالتفصیل بیان کیا جاوے ایک آدمی سفر کے لئے جاتا ہے اور اپنے گھر سے باہر دوسری جگہ پر دو دن یا تین دن مقیم ہے۔ تو اس شخص کو وہاں پر روزہ رکھنا چاہئے یا کہ نہیں نیز ایسا شخص جو سحری کھا کر کئی میل کے سفر پر جاتا ہے۔ اور افطاری کے وقت پھر گھر پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ روزہ رکھے یا کہ نہیں

(غلام احمد وزیر آباد)

الجواب - قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ——

فمن كان منكم مريضاً او على سفر فعدة من ايام اخر

کہ مسافر اور بیمار رمضان المبارک کے بعد دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کریں

پس مسافر تو بہرحال دوسرے ایام میں روزہ رکھنے کا مکلف ہے اسے سفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ البتہ اسی دن افطاری سے پہلے پہلے واپس آجانے والا اگر روزہ رکھ لے تو بعض بزرگوں کے نزدیک اس کا روزہ ہو جائے گا۔ اور اسے دوسرے ایام میں روزہ رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

سوال نمبر ۲ - نماز تراویح کی حقیقت کیا ہے۔ اگر یہ نماز تہجد ہی ہے۔ تو پھر آدھی رات کے بعد انفرادی طور پر پڑھنا افضل ہے۔ یا کہ بعد نماز عشاء باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا طریق تھا۔ اور پھر اس کی رکعت کتنی ہیں۔ ۲۰ رکعت کیسے شروع ہوئی ہیں۔　(غلام احمد وزیر آباد)

الجواب - قرآن مجید میں نماز تہجد پڑھنے کی تلقین ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آخری حصہ شب میں نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے حضور سے بالعموم نماز تہجد میں گیارہ رکعت مع وتر ثابت ہیں۔ تراویح تو ایک سہولت ہے۔ تاکہ عام مومن بھی سارا قرآن مجید رمضان المبارک میں سن لیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی پیروی اور آپ کی سنت کی کامل پیروی بہرحال اولیٰ اور افضل ہے۔ تراویح کی بیس رکعات کا قوی ثبوت موجود نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳ - "الفرقان مارچ ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۰ پہلا کالم دوسرا پیرا۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عمر نے مسند خلافت پر بیٹھتے وقت ایک اعلان فرمایا"۔۔۔۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کچھ لوگوں سے وحی الٰہی کی بناء پر بھی مواخذہ کیا جاتا تھا۔ مگر اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔۔۔۔"

برائے مہربانی واضح فرمائیں کہ وحی منقطع ہو جانے کا کیا مطلب ہے۔

(ڈاکٹر محمد عبد الحق لاہور)

الجواب - اس جگہ اسی وحی کا انقطاع مراد ہے جس کی بناء پر منافقین وغیرہم کے متعلق مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ نبی کی قطعی اور یقینی وحی ہوتی ہے۔ اور یہ انقطاع بھی اس وقت کے لئے تھا۔ اس جگہ دائمی انقطاع مذکور نہیں آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ آئندہ قرآن مجید کی اتباع میں امت محمدیہ میں سے بعض افراد کو مقام نبوت دیا جائے گا۔ اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی مسیح موعودؑ پر وحی کے نزول کا بطور نص صحیح مسلم میں صاف ذکر موجود ہے۔

سوال نمبر ۴ - رسالہ الفرقان صفحہ ۲۱، ۲۲ بابت ماہ اپریل ۱۹۵۹ء میں پڑھنے کے بعد عرض ہے:-

یا علی مدد - غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے - قبلہ دیں مددے، کعبۂ ایمان مددے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا شیخ شہاب الدین سہروردے المدد کے متعلق جناب کا کیا فتویٰ ہے کیا شب کلمات کہنا جائز ہے؟

(انعام اللہ خاں جمسن)

الجواب - فوت شدہ بزرگوں سے طلب مدد بمعنی درخواست دعا وہی شخص کر سکتا ہے جسے عالم کشف میں ان کی زیارت حاصل ہو۔ اس کے علاوہ ہر صورت شرک پیدا کرنے والی ہے چنانچہ ایسے نعرے کہنے والے عوام شرک کا شکار ہیں۔ شیئاً للہ کہتے ہیں تو اصل معطی اس بزرگ کو ٹھہرایا جا رہا ہے۔ جس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

لہٰذا یہ کلمات کہنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵ : ربوہ میں تراویح جو رمضان میں پڑھی گئیں کتنی روزانہ تھیں اور حافظ قرآن صاحب نے

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

کتنی مرتبہ بالجہر پڑھی؟

عموماً حافظ قرآن ایک سو بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو حذف کر جاتے ہیں اور صرف ایک مرتبہ قل ھو اللہ سے پہلے بالجہر پڑھ دیتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ صرف ایک مرتبہ نازل ہوئی تھی اور تبرکاً زیادہ لکھی ہوتی ہے روزانہ نمازوں میں بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کبھی بالجہر نہیں پڑھتے اور اس کا پڑھنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ آپ کا مسلک ان معاملات میں کیا ہے۔ (انعام اللہ خان جمین)

الجواب - ربوہ میں تراویح گیارہ رکعت پڑھی جاتی ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قرآن مجید کی مستقل آیت ہے۔ ہر سورہ کے پہلے اس کا نزول ہوا ہے۔ درحقیقت اس میں اہل کتاب کو استثناء ۱۸ کی پیشگوئی کی یاد دلا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کیا گیا ہے اسے بالجہر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اور آہستہ بھی دونوں طرح ثابت ہے۔ پڑھنا بہر حال لازم ہے۔

سوال نمبر ۶ - عیسائی ایک حدیث مشکوٰۃ کی پیش کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ سوائے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کے ہر مولود کو شیطان مس کرتا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟ (انعام اللہ خان جمین)

الجواب : یہ حدیث یہود کے رد میں ہے۔ چونکہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کو ناجائز قرار دیکر انہیں اور ان کی والدہ کو مس شیطان سے متاثر قرار دیتے تھے۔ اس حدیث نبوی میں ان کے عقیدہ کی تردید کی گئی ہے حصر یہود کے الزام کے پیش نظر رد دینے کے لئے مذکور ہے۔

محقق محدثین نے اس حدیث کے یہ بھی معنے کئے ہیں کہ مریم کا مقام صدیقہ کا مقام ہے۔ اور مسیح کا مقام نبی کا مقام ہے۔ حدیث میں لفظ مریم درحقیقت "صدیقوں" کی نیابت میں بولا گیا ہے۔ اور مسیح کا لفظ انبیاء کا مترادف ہے۔ اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں "الا مریم وابنھا" کی شرح کرتے ہوئے "ومن فی صفتھما" لکھا ہے گویا مریمی یا مسیحی صفات رکھنے والے سب لوگ مس شیطان سے پاک ہوتے ہیں۔

عیسائی صاحبان کا یہ استدلال قرآن مجید اور دوسری احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان کہ میرے بندوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہو سکتا جملہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے بہت سے بزرگ ہر قسم کے مس شیطان سے پاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا ہے۔ وایدھم بروح منہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح القدس سے تائید فرمائی تھی بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب مومن میاں بیوی بوقت مقاربت "اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا" کی دعا پڑھیں تو ان کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ شیطان کے ہر قسم کے مس سے پاک ہوتا ہے اس لحاظ سے بھی مس شیطان سے پاکیزگی حضرت مسیحؑ اور حضرت مریم کی خصوصیت نہیں رہتی۔ امت میں صدہا بچے ایسے پیدا ہو چکے ہیں جو مذکورہ بالا حدیث نبوی کے مطابق مس شیطان سے پاک تھے اور قیامت تک ایسے بچے پیدا ہوتے رہیں گے پھر آخری بات اس ضمن میں یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ۔ کہ ہر بچہ پاک فطرت پیدا ہوتا ہے۔ وہ معصوم اور بے گناہ ہوتا ہے اس لئے یہ حدیث تمام بچوں کی پاکیزگی کو ثابت کرتی ہے۔ گناہ اور بدی کا سوال تو بلوغ اور شعور کے بعد پیدا ہوتا ہے۔

ایک تحقیقی مقالہ

حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے متعلق

تاریخی شہادات

قرونِ اولیٰ کے عیسائیوں کا عقیدہ

(جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن سے لے کر بڑھاپے تک لوگوں سے کلام کیا ہے۔ فرمایا

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔

(مائدہ آیت نمبر ۱۱۱)

تو لوگوں سے بچپن میں بھی اور بڑھاپے میں بھی روحانیت کی باتیں کرتا تھا۔

حضرت امام راغب "کہل" کے معنے "مَنْ وَخَطَهُ الشَّيْبُ" کے کرتے ہیں یعنی جس کو بڑھاپا دامنگیر ہو جائے۔ گویا کہل کا دور آغاز شیب سے شروع ہوتا ہے۔ حالت مہد کے کلام کے متعلق مکتوب سکندریہ میں جو پہلی صدی عیسوی کے نصف اول میں لکھا گیا یہ شہادت موجود ہے:۔

"جب یسوع نے جو ذرا ابھی بچہ ہی تھا حقائق و معارف کے متعلق فقیہوں اور فریسیوں سے گفتگو کی۔ تو اس کے مسائل سے یروشلم کے ذی علم لوگ بہت رنجیدہ ہوئے .... اس نو عمر بچے کی گفتگو ایسی مؤثر تھی۔ کہ جب وہ خدا کا کلام سناتا تھا۔ تو لوگ اسے سن کر وجد میں آجاتے تھے[1]

جب آپ بارہ برس کے تھے تو آپ کے دانشمندانہ کلام کا ایک واقعہ انجیل لوقا میں بھی درج ہے۔ (لوقا $\frac{2}{40-50}$)

دورِ کہل کے کلام کے متعلق انجیل میں کوئی شہادت موجود نہیں عیسائی مانتے ہیں کہ عالم جوانی میں آپ صلیب پر فوت ہوگئے اور تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ قرآن مجید نے اس نظریہ کی تردید کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب پر فوت ہوئے۔ انہوں نے بچپن میں بھی اور بڑھاپے میں بھی لوگوں سے روحانیت کی باتیں کیں۔ وہ طبعی طور پر فوت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا رفع کیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ دورِ اول کے عیسائیوں میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو یہ مانتے تھے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ بچپن کے بعد جوانی اور بڑھاپے کے دور سے گذرے اور پھر آپ نے وفات پائی۔

مشہور بائیبل کے عالم جیمس مافٹ اپنی کتاب

An Introduction to the Literature of the New Testament

میں لکھتے ہیں:۔

Irenaeus quotes from the Presbyters who are claimed to have been in touch

---

[1] "واقعہ صلیب کی چشم دید شہادت" ترجمہ مکتوب [illegible] معرفت [illegible]

with the apostle John, is of a singularly unapostolic Character, ... That Jesus died when he was in his aetas Senior, i.e. over forty or fifty. P. 610

دوسری صدی عیسوی کے کلیسیائی بشپ آئرینیئس نے ان کلیسیائی پیشواؤں سے ایک روایت درج کی ہے۔ جو کہ یوحنا حواری سے تعلق رکھنے والے تھے۔ کہ مسیح نے بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی۔ عمر کا یہ حصہ چالیس یا پچاس سال کے اوپر کا ہے۔ جیمس مافٹ نے اس احتمال کا اظہار بھی کیا ہے۔ کہ یہ روایت "پاپیاس" سے نقل کی گئی ہے جو کہ یوحنا حواری کے ایک شاگرد تھے

اس روایت کو آپ نے غیر رسولی اور انجیلی روایات کے خلاف ایک منفرد اور انوکھی روایت قرار دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ قرون اولیٰ میں جہاں یہ روایت مشہور تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پا کر فوت ہو گئے۔ اور زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ وہاں یہ روایت بھی یوحنا حواری سے تعلق رکھنے والے قریبی حلقوں میں موجود تھی۔ کہ آپ نے "ایٹاس سینیئر" یعنی بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی ہے۔ یہ لاطینی لفظ ہے۔ جو کہ عمر کے اس حصہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ پچاس یا ساٹھ سال کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لاطینی لغت میں "سینیئر" کے معنے یہ لکھا ہے۔

یہ لفظ SENEX سے نکلا ہے جس کے معنے بوڑھے اور معمر انسان کے ہیں خصوصاً ایسے آدمی کے جو کہ ساٹھ سال کے اوپر ہو۔

Latin Dictionary by Marchant M.A.

ارلی ہسٹری آف دی کرسچن چرچ میں لکھا ہے:-

According to tales current in the days of Irenaeus, the ... lived to a great age (aetas Senior)

"Early History of the Christian Church" by Monsignor Louis Duchesne Volume I P 105

کہ دوسری صدی عیسوی کے کلیسیائی بزرگ پاپیاس کے زمانہ میں ایسی کہانیاں مشہور تھیں۔ کہ مسیح نے لمبی عمر پائی ہے۔ (ایٹاس کے معنی عمر کے ہیں "سینیئر" کے معنے بڑھاپے کے)

پاپیاس یوحنا رسول کے شاگرد تھے پہلی صدی عیسوی میں پیدا ہوئے۔ وہ فریجیہ کے ایک شہر کے بشپ تھے۔ دوسری صدی کے اختتام پر شہید ہوئے۔ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے متعلق روایات کو تابعین سے دریافت کر کے جمع کیا۔ اور یوں پانچ جلدوں میں "کلمات مسیح کی تفسیر" لکھی۔ بدقسمتی سے کتاب کلیسیا کے مزاج مذہبی کے مطابق چونکہ نہ تھی۔ اس لئے اس کی حفاظت پر توجہ نہ دی گئی۔ اور یہ کتاب چرچ کے تعصب کا شکار ہو گئی۔ اس میں مسیح کی زندگی کے نامعلوم گوشوں اور آپ کی تعلیمات کو پیش کیا گیا تھا۔ ہنری میجر خود اپنی کتاب Jesus The Unknown میں تسلیم کرتے ہیں کہ پاپیاس کی کتابیں جس نے ضائع کر دی ہیں ان میں مسیح کی نامعلوم باتیں درج تھیں۔ (صفحہ ۴۹، ۵۰)

اس کتاب کے بعض اقتباسات بعد کے کلیسیائی بزرگوں نے نقل کئے ہیں۔ ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ پاپیاس کے زمانہ میں حضرت مسیح ناصری کی عمر کے متعلق اس مضمون کی روایت مشہور تھی۔ کہ آپ "پیدائش سے لیکر بڑھاپے اور موت تک انسانی زندگی کے ہر دور سے گزرے ہیں اور آپ نے بڑھاپے میں وفات پائی"

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ الفاظ دوسری صدی کے بشپ آئرینیئس نے ۱۸۵ عیسوی میں مذکورہ روایت کی بنا پر

لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہی بشپ آئرنیئس اپنی کتاب

ADVERSUS HAERESES میں لکھتے ہیں

"تیس سے چالیس سال تک کا دورِ زندگی عالم جوانی سے تعلق رکھتا ہے جب کوئی اس بات سے متفق ہیں کہ یسوع مسیح اس دور زندگی سے گذرے اور اس کے بعد بڑھاپے کے دور میں بھی جو کہ چالیس سال کے بعد یا پچاس سال سے پہلے ہر حال شروع ہو جاتا ہے یسوع مسیح تعلیم دیا کرتے تھے۔

اس دورِ زندگی کی شہادت نہ صرف انجیل سے ملتی ہے۔ بلکہ وہ تمام کلیسائی پیشوا جو یوحنا حواری کے ساتھ ایشیا میں آئے۔ (جن میں پاپیاس بھی شامل ہے۔ ناقل) اس کی شہادت دیتے ہیں ان تک یہ روایت یوحنا نے پہنچائی۔"

Canon and The New Testament by C. R. Gregory P. 104, 105.

ظاہر ہے کہ عام عقیدہ کے خلاف بشپ آئرنیئس نے اس روایت کو اپنا تو لیا لیکن اسے پچاس سال کی عمر تک محدود کرنے کے لیے اشارہ بھی کیا۔ اور پھر یہ احتیاط بھی کی کہ روایت بھی باقی رہے اور صلیبی موت کا بنیادی عقیدہ بھی نہ چھوڑنا پڑے۔ عام عقیدہ تو یہ تھا کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں مصلوب ہوئے لیکن پاپیاس اور دوسرے بزرگانِ کلیسیا کی روایت کی رو سے ماننا پڑتا تھا کہ وہ صلیب کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے۔ آئرنیئس نے اس تضاد کا حل یوں ڈھونڈا کہ اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔ کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں صلیب نہیں دیئے گئے۔ بلکہ آپ نے بچپن سے لیکر بڑھاپے تک مکمل انسانی زندگی بسر کی ہے۔ اور اس کے بعد میں مصلوب ہوئے۔ آئرنیئس کے عقیدہ کے متعلق "ہسٹری آف ڈاگما" میں لکھا ہے۔

In the later he also in-

-des the fact that Jesus must have passed through and been subjected to all the conditions of a complete human life from birth to old age and death.

(History of Dogma by Dr. Adolf Harnack VOL II P. 277-278)

اس عبارت کے سیاق و سباق کی رو سے مفہوم یہ ہے کہ چونکہ یسوع مسیح بیک وقت خدا اور انسان تھے۔ مکمل انسان ہوتے ہوئے ضروری تھا کہ وہ کامل انسانی زندگی بسر کریں۔ پس یہ حقیقت ہے کہ آپ

"انسانی زندگی کے تمام مراحل سے گذرے ہیں پیدائش سے لیکر بڑھاپے تک اور موت تک انسانی زندگی کے تمام حالات آپ پر وارد ہوئے۔"

آپ انسانوں کی طرح پیدا ہوئے بچپن کا زمانہ گزارا جوانی کے دور سے گذرے۔ بڑھاپا آیا۔ اس کے بعد آپ صلیب پر فوت ہوئے یوں قدیم روایت کی اس حقیقت کو آئرنیئس نے اپنے عقیدہ میں شامل کر لیا۔ اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ قدیم روایت جو کہ تابعین سے مروی ہے۔ اور حلقین کلیسا تک پہنچی۔ یہ تھی کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بچپن سے لیکر بڑھاپے تک انسانی زندگی کے تمام مراحل سے گذر کر فوت ہوئے۔ بعد کے عیسائی بزرگوں نے اس روایت سے مجبور ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح کم و بیش پچاس سال کی عمر میں مصلوب ہوئے جیسا کہ ماخذ لکھتا ہے —— کہ ایشیائی بزرگ مانتے تھے۔ کہ حضرت مسیح کلاڈیوس (۴۱ - ۵۰ عیسوی) کے عہد میں فوت ہوئے۔ اسی طرح آئرنیئس نے یہ —— کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح بڑھاپے میں صلیب دیئے گئے   صفحہ ۶۰۹

پاپیاس لکھتے ہیں کہ اسی عمر میں ہی آپ تعلیم دیتے رہے۔ اور پھر فوت ہونے ...

قابل وثوق شہادت ہے۔ اور جیسا کہ گذر کے لئے ...

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا؟

ذیل کا مضمون شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی کے رسالہ "تعلیم القرآن" (اپریل ۱۹۵۹ء) میں اسی عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ظاہر ہے کہ علماء کس قسم کی بے ضرورت بحثوں میں الجھے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ بھی عیاں ہے کہ ان لوگوں کے فتووں کی کیا حیثیت ہے۔ نیز یہ کہ کس طرح ایک ہی جگہ کے مفتی متضاد فتوے دے رہے ہیں۔ ذالک مبلغھم من العلم ——— ایڈیٹر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ میری امت بعینہٖ انہیں برائیوں کا ارتکاب کریگی جن کا یہود و نصاریٰ نے کیا یہود اور نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کی صحیح تعلیمات کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نیا دین گھڑا۔ بعینہٖ اسی طرح آج بھی شریعت اسلامیہ اور دین اسلام میں نئی نئی بدعات اور نئے نئے عقائد کو داخل کیا جا رہا ہے۔

نام نہاد "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ نے حال ہی میں "حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نور تھے انکا سایہ نہ تھا" کے عنوان سے ماہنامہ تجلی دیوبند کے حوالہ سے دارالعلوم دیوبند کا مندرجہ ذیل فتویٰ نقل کیا ہے۔

"خصائص الکبریٰ جلد اص ۶۸ میں حافظ سیوطی نے مستقل ایک باب باندھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ پوری عبارت مندرجہ ذیل ہے۔ جو استدلال کے لئے کافی ووافی ہے۔

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ لا یقع علی الارض وانہ کان نوراً وکان اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظہر لہ ظل۔ قال بعضہم ویشہد لہ حدیث قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نوراً"

حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں ابن سبع نے فرمایا کہ حضور کے خصائص سے ہے کہ آپکا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا بعض نے کہا ہے کہ اس کی تائید ہے۔ وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ اے اللہ (تبارک وتعالیٰ) تو مجھے نور کر دے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کا سایہ نہ تھا اور ہم اس کے معتقد ہیں۔ (سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند)

الجواب صحیح محمد جمیل الرحمٰن غفر نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۷ $\frac{12}{77}$"

مذکورہ روزنامچہ بہت خوش ہوا کہ بس دیوبند میں جس آدمی نے بھی یہ لکھدیا تو ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔ اگر یہ حضرات عقائد پر بحث کرنا چاہیں تو انہیں چاہیئے کہ قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں بحث کریں اور جو عقیدہ بھی قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہو جائے ظاہر ہے کہ سب مسلمان اس کے معتقد ہو جاتے ہیں ——— لیکن ظاہر ہے کہ یہ اہل فرقہ ہمیشہ علم کے صحیح ذرائع کو چھوڑ کر مختلف لوگوں کے اقوال تاویلوں اور قصہ گو لوگوں کی کہانیوں سے استدلال کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان خرافات کو مسلمان اپنے مقدس عقائد میں شامل فرمالیں۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس گھڑے ہوئے عقیدہ پر کوئی آیت دال نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

اگر یہ حضرات ذرا عقل سے کام لیں تو خود ہی مذکورہ بالا فتویٰ

بر الفرقان: کیا امت کی اصلاح کے لئے رسول اقدس نے مسیح موعود کے ظہور کی بشارت بھی دی تھی؟

میں روایات کا ضعف ان کی سمجھ میں آجائے۔ اگر غور کیا جائے تو صحابہ کرام رضؓ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات اور خصائل کا ایک واقعہ کو بھی بیان کرنے سے نہیں چھوڑا۔ پھر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں صحابہ کرام تھے۔ اور حضور اکرمؐ کی اس حد تک تابعداری کرتے تھے۔ قمیص کا بٹن بھی تحقیق کر کے لگاتے تھے۔ کہ حضور نے لگائے تھے یا نہ۔ حضور کی ایک ایک بات اور ایک ایک حالت کے وہ حافظ تھے۔ کیا صحابہ کے اس جم غفیر سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ انہوں نے حضور اکرم کی اس حالت کا ذکر تک نہ کیا۔ حالانکہ بارہا گرمی، سردی، رات و دن میں صحابہ کرامؓ کو حضور کی رفاقت نصیب ہوتی۔

اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے۔ کہ جب علماء دیوبند میں سے دو آدمیوں نے فتوے دے دیا ہے۔ تو اب ہر شخص کو جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتا ہے اس فتویٰ کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دیوبند نے کبھی بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ ہماری ہر بات کو بے چون وچرا تسلیم کر لیا جائے۔ بلکہ دیوبند کی تعلیمات کی بنیاد ہی اس پر ہے۔ کہ ہر مسئلہ میں دلیل قرآن و سنت ہی ہے۔ اور یہی اصلی حنفیت ہے جب کہ خود امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ کہ اگر میرا قول بھی قرآن و سنت کے خلاف پاؤ تو اس کو چھوڑ دو اور کتاب و سنت ہی کی پیروی کرو۔

لیکن اگر اس نام نہاد حنفیت کے نزدیک دیوبند ہی حجت ہے۔ اور وہ اس کو حضور اکرمؐ کے سایہ مبارک نہ ہونے پر دلیل پیش کرتا ہے۔ تو ہم دیوبند ہی کے ایک جلیل القدر عالم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی تحقیق اور فتویٰ پیش کر دیتے ہیں۔ جو کہ دیوبند کے سابق مفتی ہیں اور دیوبندی ہیں۔ انہوں نے یہ فتویٰ اور تحقیق پیش کی ہے۔ اور خصائص الکبریٰ کی نقل کردہ روایات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یا تو یہ لوگ اس تحقیق کو تسلیم کر لیں گے۔ ورنہ پھر انہیں چاہیئے کہ آئندہ باب عقائد میں کسی کے اقوال پیش کرنے کے بجائے اصولی بحث کریں اور قرآن و سنت سے دلائل دیکر اپنے مدعا کو ثابت کریں۔ قرآن و سنت سے جو چیز بھی ثابت کریں گے اس سے کسی کو بھی تامل نہیں ہو سکتا۔

ھو مفتی صاحب کی اس تحقیق کو بعینہٖ نقل کر دیتے ہیں تاکہ انہی کے الفاظ میں قارئین ان کی تحقیق کو سمجھ سکیں۔

سوال: جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں بعض واعظ جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا، اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نقل صحیح سے یہ ثابت ہو جائے کہ بطور معجزہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ تو کوئی مسلمان اس کے تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا لیکن نقل صحیح اس باب میں کوئی موجود نہیں۔ حدیث کی کتب صحاح ستہ وغیرہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث وارد نہیں۔ البتہ خصائص کبریٰ میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ اس مضمون کی ایک حدیث مرسلاً روایت کرتے ہیں" باب المعجزۃ فی تولد و غائطہ صلی اللہ علیہ وسلم میں"۔

اخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمن بن قیس الزعفرانی عن عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یر لہ ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجتہ۔

(خصائص مطبوعہ دائرۃ المعارف)

نقل کیا ہے حکیم ترمذی نے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی
نے عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید کے واسطہ سے کہ
ذکوان روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا سایہ دھوپ یا چاندنی میں نظر نہ آتا تھا۔ اور
نہ ہی آپ کی قضائے حاجت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔

(خصائص ص ۱۷، دائرۃ المعارف)

وقال فی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان مثلہ، ثم قال ای السیوطی قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نوراً فکان اذا مشی فی الشمس والقمر لا ینظر لہ ظلہ قال بعضہم ویشہد لہ حدیث قولہ علیہ السلام فی

دعائہ واجعلنی نورا (خصائص ص ۶۸ ج ۱)

اور باب الایہ میں نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ ترمذی نے ذکوان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس کے بعد سیوطی نے کہا کہ ابن سبع نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے۔ سو جب وہ دھوپ یا چاندنی میں نکلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا اور اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی دلیل ہے۔ کہ آپ دعا میں فرماتے تھے "اے اللہ مجھے نور بنا دے"

ومثلہ ذکرہ فی المواھب نقلا عن فخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ (مواھب ص: ۲۹۱: ج: ۳:)

اور اسی طرح مواہب میں بھی علامہ فخر الدین رازی سے نقل کیا گیا ہے۔ (مواہب ص۲۹۱ ج ۳:)

لیکن یہ روایت چند وجوہ ثابت اور معتبر نہیں۔

(۱) اولاً اس لئے کہ دھوپ اور چاندنی میں چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کے واقعات جو سفر و حضر میں مع صحابہ کرام تمام عمر نبوی میں پیش آئے ہیں ظاہر ہے کہ غیر محصور اور کثیر التعداد ہیں پھر دیکھنے والے صحابہ کرام ہزار ہا ہزار ہیں۔ پھر صحابہ کرام کی عادت سے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا ذرا سی بات اور نقل و حرکت اور آثار و حالات کے بیان کرنے کا نہایت اہتمام فرماتے تھے۔ ان امور کا مقتضیٰ یقینی طور پر یہ ہے۔ کہ اگر یہ معجزہ واقع میں ثابت ہوتا تو اس کی روایات صحابہ کرامؓ کی ایک جم غفیر سے منقول ہوتی۔ اور یقیناً حدِ تواتر کو پہنچتی لیکن جب ذخیرہ احادیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس بارہ میں صرف ایک حدیث اور وہ بھی مرسل اور سنداً بالکل ضعیف دستیاب ہوتی ہے جو قرینہ قویہ اس امر کا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے

(۲) یہ حدیث مرسل ہے اور محدثین کی ایک عظیم الشان جماعت مرسل کو حجت نہیں سمجھتی۔

(۳) اس حدیث کا پہلا راوی عبد الرحمن بن قیس زعفرانی ہے جو کہ بالکل ضعیف مجروح اور کاذب ناقابل اعتبار ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ملاحظہ ہوں اقوال ذیل۔

قال فی المیزان کذبہ ابن مھدی وابو زرعۃ وقال البخاری ذھب حدیثہ وقال احمد لم یکن بشئ خرج لہ الحاکم حدیثا منکرا وصححہ ومثلہ فی التقریب وقال فی تھذیب التھذیب کان ابن مھدی یکذبہ وقال احمد حدیثہ ضعیف ولم یکن بشئ متروک الحدیث وقال زکریا الساجی ضعیف کتب عن حوثرۃ المنکری عنہ وقال صالح بن محمد کان یضع الحدیث وقال بن عدی عامۃ مایرویہ لا یتابع علیہ الثقات قلت وقال الحاکم روی عن محمد بن عمرو حماد بن سلمۃ احادیث منکرۃ منھا حدیث من کرامۃ المومن علی اللہ ان یغفر لمشیعیہ قال وھذا عندی موضوع لیس الحمل فیہ الا علیہ وقال الحاکم ابو احمد ذاھب الحدیث وقال ابو نعیم الاصبھانی لا شئ۔

حافظ میزان میں کہتے ہیں اس کو ابو زرعہ نے جھوٹا کہا ہے بخاری نے کہا ہے وہ احادیث کو بھول جاتا ہے۔ اور امام احمد نے کہا ہے۔ کہ وہ کوئی چیز ہی نہ تھا" اور حاکم نے اس کی ایک منکر حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کو صحیح کہا۔ اور اسی طرح عبارت تقریب میں ہے۔ اور تہذیب التہذیب میں کہا "ابن مہدی اس کو جھوٹا کہا کرتے تھے"۔ اور امام احمد نے فرمایا۔ کہ اس کی حدیث ضعیف ہے۔ اور وہ کوئی چیز نہ تھا۔ اور نسائی نے کہا ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ زکریا ساجی نے کہا۔ کہ وہ ضعیف ہے۔ اس نے حوثرہ بن مہدی کے واسطہ سے احادیث لکھی ہیں۔ صالح بن محمد نے کہا کہ وہ احادیث کا واضع ہے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں۔ کہ اس کی عام احادیث

ایسی ہیں جن کی تائید کرنے والی کوئی حدیث ثقات سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حاکم کے قول کے مطابق اس نے محمد بن حمزہ و حماد بن سلمہ سے "کرامۃ المومن" والی حدیث نقل کی ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ یہ موضوع ہے اور حاکم نے کہا ہے۔ کہ ابواحمد ذاہب الحدیث ہے اور ابونعیم اصبہانی نے کہا ہے۔ کہ وہ لاشئی ہے۔"

اور دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن ولید بھی مجہول الحال ہے۔ کتب متداولہ میں اس کا حال مذکور نہیں ہے الحاصل اول تو ایک ایسے عام الورود واقعہ میں تمام صحابہ کرام کا سکوت اور صرف ایک حدیث مرسل کا اس میں مذکور ہونا ہی علامت قویہ روایت کے غیر ثابت اور غیر معتبر ہونے کی ہے ثانیاً روایت مرسل ہے ثالثاً اس کا راوی بالکل کاذب اور واضع حدیث ہے۔ جس سے اگر حدیث کو موضوع کہہ دیا جائے تو بعید نہیں۔ اور بعض حضرات نے جو سایہ نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے قرآن میں نور فرمایا ہے۔ آپ اپنی دعاؤں میں اجعلنی نوراً فرمایا کرتے تھے۔ سو یہ استدلال بالکل ناقابل التفات ہے ظاہر ہے۔ کہ آیت میں نیز حدیث دعا میں نور ہونے سے کسی کے نزدیک مراد نہیں۔ کہ عالم عناصر کی کیفیات و آثار آپ میں نہ تھے۔ یا آپ کی دعا و خواہش یہ تھی۔ کہ عالم عناصر کے آثار مخصوصہ سے علیحدہ ہو کر مثل ہوا کی طرح غیر مرئی ہو جائیں۔ بلکہ باتفاق عقلاً و علماء مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح سے نور ذریعہ ہدایت و بصیرت ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذریعہ ہدایت ہیں۔ اور چونکہ نبی کا انتہائی کمال اسی میں ہے۔ کہ شان نبوت و ہدایت درجہ کمال میں ہو۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں اس کا کمال طلب فرماتے تھے۔ اور اسی معنیٰ کی بناء پر قرآن کو اور توریت کو نص قرآن نور کہا گیا ہے۔ اسی معنیٰ کے اعتبار سے صحابہ کرام کو نجوم ہدایت فرمایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ دعا اجعلنی نوراً کی تمام امت کو تلقین فرمائی گئی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بھی نہیں ہے۔ بعض حضرات نے سایہ کے نہ ہونے کی یہ توجیہ فرمائی ہے۔ کہ جس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے۔ سر مبارک پر فرشتے یا ابر رحمت سایہ فگن رہتا تھا۔ یہ اگر ثابت بھی ہو۔ تو دوسری صریح اور صحیح روایات اس کے معارض موجود ہیں مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں دربارۂ ہجرت بروایت عائشہؓ موجود ہے۔

ان ابابکر قام للناس وجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صامتاً فطفق من الانصار من لم یر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحیی ابابکر حتی اصابت الشمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر حتی ظلل علیہ بردائہ فعرف الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک کذا فی المواھب۔

ابوبکرؓ لوگوں کے لئے اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھ گئے۔ سو جن انصاریوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تھا حضرت ابوبکرؓ کو سلام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دھوپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ آئی سو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے۔ اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کیا تب جا کر لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا (مواہب)

وقال الزرقانی فی شرح المواھب عن ابن عیینہ عن الزھری فطفق من جاء من الانصار یحییہ ایاہ حتی اصابتہ الشمس فاقبل ابوبکر بشئ اظلہ بہ۔

(شرح مواہب زرقانی ص۳۵۵ ج ۱)

زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے۔ ابن عیینہ کے واسطے سے زہری سے نقل کرتے ہیں کہ بعض انصاریوں نے حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہ سمجھا۔ یہاں تک کہ آپ کو دھوپ پہنچ گئی اور ابوبکرؓ نے کسی چیز سے آپ پر سایہ کیا۔ (شرح مواہب زرقانی ص۳۵۵)

وبمثله يروى فى تظليله عليه السلام فى حجة الوداع وهو مشهور مذكور فى عامة الكتب۔

اور اسی طرح حضور اکرمؐ پر سایہ کرنے کا واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی نقل ہوا ہے جو کہ مشہور ہے اور عام کتابوں میں مذکور ہے۔

اس لئے یا تو سایہ نہ ہونے کی حدیث کو بمقابلہ ان روایات کے غیر ثابت قرار دیا جائے اور یا یہ کہا جائے کہ پہلے ایسا ہوگا بعد میں یہ صورت نہ رہی قسطلانی نے مواہب میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث بحرت مذکورۃ الصدر نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

فظاهر هذا انه عليه الصلوٰة و السلام كانت الشمس تصيبه و ماتقدم من تظليل الغمام والملئكة له كان قبل بعثته كما هو صريح فى موضع الزرقانى (ص۲۵۱ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو دھوپ لگتی تھی۔ اور جو ابر کے سایہ کرنے کے بارے میں گزرا ہے۔ اور نیز ملائکہ کے سایہ کرنے کا یہ واقعہ قبل بعثت کا تھا جس طرح وہ اپنی جگہ صریح مذکور ہے زرقانی میں

(مولانا مفتی محمد شفیع غفرلہٗ)

اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ پھر ضعیف اقوال کو پیش کرتے ہیں۔ تو ان کا مقصد امت اسلامیہ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ظاہر بات ہے کہ جس راوی کے متعلق کذاب اور واضع حدیث اور لاشئ کے الفاظ منسوب کئے گئے ہوں۔ اگر اس کی احادیث بھی قابل قبول ہوں اور ان سے عقائد اسلام کو ثابت کیا جائے۔ تو پھر اسلام کا کوئی عقیدہ سرے سے قابل قبول ہی نہ ہوگا۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْن

—— رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی اپریل ۵۹ء ——

—— بقیہ صفحہ ——

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کم و بیش ۳۳ سال کی عمر میں حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ اگر آپ صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ تو بڑھاپے کے دور سے کب گذرے؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ زندہ رہے۔ آپ نے لمبی عمر پائی اور فوت ہوئے۔

ایک اور انکشاف بھی اس سلسلہ میں قابل غور ہے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قدیم تصاویر جو کہ قرون اولیٰ میں بنائی گئیں عیسائی دنیا کے پاس ہیں۔ ان کے دیکھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرون اولیٰ میں ایسے عیسائی موجود تھے۔ جو یہ سمجھتے تھے۔ کہ آپ بچپن جوانی اور بڑھاپے کے دور سے گذرے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں "یسوع مسیح" پر جو مقالہ درج ہے۔ اس کے ساتھ قدیم تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ ان میں سے جو تصاویر دوسری اور تیسری صدی سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضرت مسیح ناصری کے بچپن جوانی اور بڑھاپے کی عمر کا عکس ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔ قدیم عیسائی آرٹ کی یہ شہادت بھی ہماری تحقیق کی تائید میں ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لسان صدق پر مرض الموت میں جو الفاظ جاری ہوئے۔ "کہ مجھے جبرئیل نے بتایا ہے کہ عیسےٰ بن مریم نے ۱۲۰ برس عمر پائی" ایک تاریخی حقیقت ہیں۔ اللھم صلے علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم ——

ضروری گذارشات

(۱) خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر یا خط کا حوالہ ضروری ہے۔
(۲) دفتری معاملات سے متعلق تمام خطوط بنام مینیجر رسالہ الفرقان آنے چاہئیں۔
(۳) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔
(۴) چندہ ارسال کرتے وقت یہ تحریر کیا کریں کہ آیا وہ نئے خریدار ہیں یا کہ پرانے

—— اور ——

خریدار نو بنانے بھی ضرور تحریر کیا کریں —— شکریہ

—— مینیجر رسالہ الفرقان ——

—— ربوہ ——

مقامِ توکّل اور دُعاء

(از جناب مولوی ظفر محمد صاحب ظفر مولوی فاضل)

اب میرے دردِ دل کی نہ کوئی دوا کرے
یہ درد لا دوا ہے۔ مگر ہاں دعا کرے

وہ مرغِ پر شکستہ جو اُڑنے سے رہ چکا
رہ رہ کے گرد میں یہ نہ تڑپے تو کیا کرے

فرمان تیرا خوب ہے "ادعونی استجب"
لیکن جو بے زباں ہو وہ کیونکر صدا کرے

ہمت نہیں غریب میں ہو التجاء کی بھی
تو ہی بتا کہ تجھ سے وہ کیا التجاء کرے

یارب تو اس کو اور بھی اپنے قریب کر
جو میرے حق میں قرب ترے کی دُعا کرے

احوالِ عُسر و یُسر دگرگوں نہ کر سکیں
بندہ ہر ایک حال میں بندہ رہا کرے

طولِ اَمل میں نفس مرا مبتلا نہ ہو
راضی رہوں اسی پہ جو میرا خدا کرے

مَیں غیر کی جفاؤں کے شکوے کروں تو کیا
اے میرے دل جو تو ہی نہ مجھ سے وفا کرے

تدبیر بھی ہے قبضۂ تقدیر میں ظفر
مولیٰ تجھے مقامِ توکّل عطا کرے

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ فِی الْقُرْاٰن

یعنی

خدا کے بندوں کے صفات از روئے قرآن مجید

(از جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مولوی فاضل)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دینی اور دنیوی ترقیات عطا کرنے کے لئے قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے، مختلف اسالیب اور طرق سے انہیں تعلق باللہ حاصل کرنے کے لئے ہدایات فرمائیں۔ کبھی اوامر کے رنگ میں، کبھی نواہی کے رنگ میں، کبھی امثال کے ذریعہ، کبھی قصص سابقہ سُنا کر۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے اپنی کلام میں بطور شفقت ایک یہ پیرایہ بھی اختیار کیا ہے کہ اپنے بندوں کی صفاتِ حسنہ کو بار بار بیان کیا کہ میرے بندے ایسے ہوتے ہیں، ان کے یہ اخلاق ہوتے ہیں اور ان کے یہ اوصاف ہوتے ہیں۔ وہ ایسا کرتے ہیں تاکہ اس طرح سے اس کے بندے ان اوصاف کو اپنائیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور غور کریں کہ ہمارا خدا جب کہتا ہے کہ میرے بندے ایسے ہوتے ہیں تو ہمیں بھی ایسا ہی بننا چاہیئے۔ اس عاجز نے قرآن مجید کے اس اسلوب سے بہت روحانی فائدہ حاصل کیا ہے۔ مَیں نے اس نقطۂ نگاہ سے قرآن مجید کا بار بار مطالعہ کیا ہے۔ جن آیات کو مَیں نے اس مضمون میں جمع کیا ہے قارئین کی خدمت میں یکجا لکھ دی گئی ہیں۔ اُمید ہے کہ دوست اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

(۱) وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے حضور کہتے ہیں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝

(۲) وہ لوگ جو ایمان بالغیب رکھتے، نماز باجماعت قائم کرتے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۳) وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اوّلین و آخرین تمام انبیاء کی وحیوں پر یقین رکھتے ہیں۔

(۴) وہ لوگ جنہیں کامل یقین ہے کہ وہ اپنے خدا سے ملاقات کریں گے اور اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(۵) وہ لوگ جن کو اگر کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(۶) وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ سے انتہائی درجہ کی محبت رکھتے ہیں۔

(۷) وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرکے کسی عوض معاوضہ یا احسان کے طالب نہیں ہوتے۔

(۸) وہ لوگ جو اپنے مالوں کو محض رضاء الٰہی کے حصول اور مضبوطیٔ ایمان کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

(۹) وہ لوگ جو محض خدا اور دین کے لئے محصور کئے جاتے ہیں۔

(۱۰) وہ لوگ جو سوال کرکے لوگوں کو تنگ نہیں کرتے اور جاہل انہیں غنی تصور کرتے ہیں۔

(۱۱) وہ لوگ جو ایمان لاکر اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

(۱۲) وہ لوگ جو ہر بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شیوہ ہوتا ہے۔

(۱۳) وہ لوگ جو رات کے کناروں میں تلاوتِ کلام الٰہی کرتے ہیں اور خدا کے حضور گرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اور یوم آخر پر ایمان لاتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔

(۱۴) وہ لوگ جو خوشی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی کے وقت بھی خرچ کرتے ہیں۔

(۱۵) وہ لوگ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔

(۱۶) وہ لوگ جن سے اگر غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً ذکر الٰہی اور استغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(۱۷) وہ لوگ جو ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے ہوں۔ خواہ لیٹے ہوئے ہوں۔ اور زمین آسمان کی پیدائش میں تفکر کرتے ہوئے بول اُٹھتے ہیں۔ ربّنا ما خلقت ھٰذا باطلاً۔

(۱۸) وہ لوگ جو اپنے خدا سے محبت رکھتے ہیں اور خدا ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ مومنوں کے مقابلہ میں نرم اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوتے ہیں۔ خدا کے راستہ میں ہر قسم کا جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرتے۔

(۱۹) وہ لوگ جو ڈرتے ہوئے عاجزی سے مال خرچ کرتے ہیں تاکہ خدا تعالےٰ قبول فرمائے۔

(۲۰) وہ لوگ جن کے آنسو حق کو شناخت کرنے کے بعد بہ پڑتے ہیں۔

(۲۱) وہ لوگ جو الرسول، النبی، الاُمّی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں۔

(۲۲) وہ لوگ جو کتاب کو محکم پکڑتے ہیں۔

(۲۳) وہ لوگ جنہیں اگر شیطان بدی پر آمادہ کرے تو فوراً سنبھل جاتے ہیں اور خدا کو یاد کرتے ہیں۔

(۲۴) وہ لوگ جن کے قلوب یادِ الٰہی سے ڈر جاتے ہیں۔ اور جب ان پر آیاتِ الٰہیہ پڑھی جاویں تو ان کا ایمان ترقی پذیر ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ نماز کو قائم کرتے اور خدا کے دیئے ہوئے اموال سے خرچ کرتے ہیں۔

(۲۵) وہ لوگ جو خدا تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے بغیر کسی سے ہرگز نہیں ڈرتے۔

(۲۶) وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ خدا کے راستہ میں ہجرت کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے راستہ میں ہر قسم کا جہاد کرتے ہیں۔

(۲۷) وہ لوگ جو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں۔ بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

(۲۸) وہ لوگ جنہیں خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی جب کوئی چیز نہ ملے۔ تو عدم استطاعت پر احساسِ غم سے ان کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

(۲۹) وہ لوگ جو ہر قسم کی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔

(۳۰) وہ لوگ جو خدا کے راستہ میں قتال کرتے ہیں۔ خواہ مر جائیں یا دشمن پر غالب آجائیں۔

(۳۱) وہ لوگ جو توبہ کرنے والے، خدا کی عبادت کرنے والے، اس کی حمد کرنے والے، تبلیغ کے لئے سفر کرنے والے

رکوع کرنے والے، سجدے کرنے والے، امور معروف کا حکم دینے والے، بدیوں سے روکنے والے، اور حدود اللہیہ کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔

(۳۲) وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

(۳۳) وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں۔ اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے جھکتے ہیں

(۳۴) وہ لوگ جو فساد فی الارض سے روکتے ہیں۔

(۳۵) وہ لوگ جو خدائی عہد کو پورا کرتے ہیں۔ عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور خدا تعالےٰ کے فرمودہ کے مطابق تعلقات قائم کرتے ہیں۔ اور خشیت الٰہی اپنے اندر رکھتے ہیں اور بُرے حساب سے خوف کرتے ہیں۔

(۳۶) وہ لوگ جو ابتغاءً لمرضات اللہ صبر اختیار کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے دئے ہوئے رزقوں میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور برائی یا مصیبت کا بھلائی سے دفاع کرتے ہیں۔

(۳۷) وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور ذکر الٰہی سے اطمینانِ قلوب حاصل کرتے ہیں۔

(۳۸) وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(۳۹) وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور احسان کرنے والے ہیں۔

(۴۰) وہ لوگ کہ جب ان پر قرآن پڑھا جائے۔ تو سجدوں میں گر پڑتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولاً اور ٹھوڑیوں کے بل گر کر روتے ہیں۔ اور رونا ان کے خشوع کو زیادہ کرتا ہے۔

(۴۱) وہ لوگ جن پر جب بھی آیات الرحمٰن پڑھی جاتی ہیں تو سجدے کرتے روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

(۴۲) وہ لوگ جو حکم خداوندی سے ذرہ بھر چون وچرا نہیں کرتے اور اس کے حکم کی پوری پوری تعمیل کرتے ہیں۔

(۴۳) وہ لوگ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں۔ اور قیامت سے دہشت زدہ ہیں۔

(۴۴) وہ لوگ جو خیرات میں بڑھنے والے اور خدا تعالیٰ کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

(۴۵) وہ لوگ جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں۔

(۴۶) وہ لوگ جو مخبت ہیں یعنی بوقت یاد الٰہی ان کے دل پوری طرح اللہ تعالےٰ کی طرف مائل ہوتے ہیں اور مصائب پر صبر کرنے والے اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے عطا کردہ رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

(۴۷) وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں وہ لوگ جو لغویات سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ وہ لوگ جو پاکیزہ کام کرنے والے ہیں وہ لوگ جو اپنے فروج کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے عہدوں اور امانتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں۔

(۴۸) وہ لوگ جو اپنے رب کی خشیت سے ڈرنے والے ہیں۔

(۴۹) وہ لوگ جو آیات الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتے اور وہ لوگ جو ڈرتے ہوئے اپنے مال قربان کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو نیکیوں میں مسارعت کرنیوالے ہیں۔

(۵۰) وہ لوگ جو بدظنیوں سے بیزار ہوتے ہیں۔

(۵۱) وہ لوگ جو صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں، یاد الٰہی سے بیع و تجارت انہیں نہیں روکتی، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کہ قلوب اور ابصار اضطرابی حالت میں ہوں گے۔

(۵۲) وہ لوگ جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام پر رسول کے ساتھ ہوں تو بغیر اجازت نہیں جاتے۔

(۵۳) وہ لوگ جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب انہیں جاہلین سے واسطہ پڑے تو انہیں سلام کہہ دیتے ہیں اور ان کی راتیں سجود اور قیام میں بسر ہوتی ہیں۔

(۵۴) وہ لوگ جو خرچ کرنے میں نہ اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ کنجوسی سے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں۔

(۵۵) وہ لوگ جو خدا کے سوا کسی کو حاجات کے لئے نہیں پکارتے اور نہ کسی نفس کو بغیر شرعی وجہ قتل کرتے ہیں اور نہ ہی زنا کرتے ہیں۔

(۵۶) وہ لوگ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے اور جب لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو بہنیانہ گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں تذکیر و نصیحت کی جائے تو بہرے اور گونگے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

(۵۷) وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۵۸) وہ لوگ جو کہ فضولیات سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا اپنا کام تمہارا اپنا کام ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔

(۵۹) وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(۶۰) وہ لوگ جنہیں جب تذکیر کی جائے تو سجدوں میں گر جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو اپنے بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں یعنی تہجد گزار ہوتے ہیں۔ اور وہ خوف اور طمع سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اور خدا کے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔

(۶۱) وہ لوگ جو اسلام لانے والے ہیں، ایمان لانیوالے ہیں۔ فرمانبردار، سچ بولنے والے، صبر کرنے والے، خشوع کرنے والے، مال خرچ کرنے والے، روزے رکھنے والے، اپنے فروج کی حفاظت کرنے والے، خدا تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں (خواہ مردوں سے ہوں یا عورتوں سے)

(۶۲) وہ لوگ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔

(۶۳) وہ لوگ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں خفیہ اور علانیہ رزق الٰہی سے خرچ کرتے ہیں۔

(۶۴) وہ لوگ جو ذکر الٰہی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اتباع کرتے ہیں اور رحمان سے غائبانہ ڈرتے ہیں۔

(۶۵) وہ لوگ جو اطراف اللیل میں سجود و قیام کرتے ہوئے خدا کے سامنے جھکتے ہیں، آخرت سے ڈرتے ہوئے اور رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہوئے۔

(۶۶) وہ لوگ جو شرک سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۶۷) وہ لوگ جو ہر قسم کے اقوال سن کر قول احسن کی اتباع کرتے ہیں۔

(۶۸) وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اپنے ایمان پر استقامت دکھاتے ہیں۔

(۶۹) وہ لوگ جن پر ملائکہ بشارات دینے کیلئے نازل ہوتے ہیں۔
(۷۰) وہ لوگ جو خدا کی طرف مخلوق الٰہی کو دعوت دیتے ہیں اور خود نیک عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔
(۷۱) وہ لوگ جو کبائر اور صغائر سے بچتے ہیں اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔ اپنے رب کے احکام کی پوری تعمیل کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ ان کے کام شوریٰ سے طے ہوتے ہیں۔ اپنے رزقوں سے خرچ کرتے ہیں اور ان پر کوئی تعدّی کرے تو صرف بدلہ لیتے ہیں
(۷۲) وہ لوگ جو نشاناتِ الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں اور پورے فرمانبردار ہوتے ہیں۔
(۷۳) وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں، اعمال مناسب احوال بجا لاتے ہیں اور وہ کتاب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس پر خصوصی ایمان لاتے ہیں۔
(۷۴) وہ لوگ جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں اور پھر شک نہیں کرتے اور خدا کے راستہ میں مالوں اور جانوں سے کوشش کرتے ہیں۔
(۷۵) وہ لوگ جو کبائر اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں۔
(۷۶) وہ لوگ جو خدا کے راستہ میں مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کو قرضہ حسنہ دیتے ہیں۔
(۷۷) وہ لوگ جو خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی پیدا نہیں کرتے خواہ ان کے باپ دادے یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔
(۷۸) وہ لوگ جو راتوں میں تھوڑا وقت نیند کرتے ہیں اور اسحار کے وقت استغفار کرتے ہیں۔
(۷۹) وہ لوگ جو خدا کے راستہ میں اکٹھے ہو کر لڑتے ہیں جیسا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔
(۸۰) وہ لوگ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں۔
(۸۱) وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ ان کے مالوں میں سائل اور غیر سائل کا حق ہوتا ہے اور وہ یوم الدّین پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہوتے ہیں اور وہ اپنے فروج کے محافظ ہوتے ہیں اور اپنے عہدوں اور اپنی امانتوں کی نگہداشت رکھتے ہیں۔ سچی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں اور نمازوں پر محافظت کرتے ہیں۔
(۸۲) وہ لوگ جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کا عذاب نہایت ہی خطرناک ہے۔
(۸۳) وہ لوگ جو خوشی سے مسکینوں، یتیموں، قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ ہم تم کو محض خدا کے لئے کھلا رہے ہیں۔ تم سے ہم کسی بدلہ یا شکریہ کے خواہاں نہیں۔ ہم تو آنے والے سخت دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔
(۸۴) وہ لوگ جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتے ہیں اور اپنے نفسوں کو بُری خواہشات سے روکتے ہیں۔
(۸۵) وہ لوگ جو اپنے تزکیۂ نفوس کے لئے مال خرچ کرتے ہیں کسی ذاتی فائدہ کو مدنظر نہیں رکھتے۔ بلکہ ربّ اعلیٰ کی رضا ان کا مقصدِ وحید ہوتا ہے۔
(۸۶) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اعمال مناسب احوال بجا لاتے ہیں۔ حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور مصائب پر صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

بقایا دار حضرات

اپنے بقایا جات جلد ادا فرما کر ممنون ہوں (مینجر)

شانِ نزول اور اس کا تفسیرِ قرآن پر اثر

(از جناب مولوی عبدالباسط صاحب مولوی فاضل شاہد کراچی)

قرآن مجید کی تفاسیر میں شانِ نزول کے الفاظ بڑی کثرت سے استعمال ہوتے ہیں جن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی سورۃ یا آیت یا آیات کے کسی مجموعہ کے نزول کا پس منظر اور موقعہ کیا تھا۔ پرانے مفسرین نے اپنی تفاسیر کی بنیاد اکثر اسی امر پر رکھی ہے کہ یہ سورۃ یا آیت فلاں موقعہ پر نازل ہوئی تھی اسلئے اس کا یہ مطلب ہے اور اس کا مفہوم اسی مخصوص واقعہ یا مقام کی روشنی میں متعین کیا جاتا ہے جو روایات سے ثابت ہو۔

قرآن مجید کے متعلق دنیا بھر کے مسلمان مانتے ہیں کہ یہ ایک مکمل اور دائمی شریعت ہے۔ ایسا لائحہ عمل ہے جو بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے آئندہ ہر زمانہ میں کافی ثابت ہوگا۔ اس صورت میں کسی سورۃ یا آیت کو کسی ایک موقعہ کے لئے مخصوص قرار دینے سے یہ عمومی اور دائمی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس طور پر ایک عام چیز کو خاص اور غیر محدود چیز کو محدود قرار دینا پڑے گا۔ مثلاً شانِ نزول کے مطابق جو آیات کسی خاص انسان یا گروہ کے لئے مخصوص قرار دیدی جائیں گی جن میں بعض بُری باتوں سے بچنے اور اچھی باتیں اختیار کرنے کا حکم ہے تو بعد میں آنے والا ہر قاری اس حصہ قرآن کا اپنے آپ کو مخاطب نہ سمجھے گا بلکہ وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ ان آیات کے مخاطب بعض خاص لوگ تھے اور ان کا ہی فرض تھا کہ وہ ان آیات کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے اس حصہ کی تلاوت کرتے ہوئے گزر جائے گا اس طرح قرآن کریم کا یہ عظیم الشان کام کہ وہ آئندہ ہر زمانہ کے لئے بھی ہادی و رہنما ہے قریباً ختم ہو کر رہ جائے گا۔

شانِ نزول سے بعض مقامات پر قرآنی مطالب کے سمجھنے میں مدد تو ضرور ملتی ہے اور اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان الفاظِ قرآنی کا یہ مطلب ہوسکتا ہے لیکن یہ بہر صورت درست نہیں ہے کہ اس شانِ نزول کے ہوتے ہوئے وہ آیات اس موقعہ پر ہی چسپاں ہوتی ہیں بلکہ جہاں بھی ان آیات میں بعض خوبیوں اور صفاتِ حسنہ یا نقائص اور بُری صفات کا ذکر ہوگا وہاں پر ان سے استفادہ کرنا ضروری ہوگا۔ اور خوبیوں اور صفاتِ حسنہ کو اپنانا اور نقائص اور بُری باتوں سے اپنے آپ کو بچانا فرض ہوگا۔

اگر شانِ نزول قرآن مجید کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے ایسا ہی ضروری امر تھا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی التزام سے جس التزام سے آپ نے قرآن مجید لوگوں کو سکھایا، لکھوایا، حفظ کروایا اور اس کی ترتیب بیان کی شانِ نزول بھی بیان فرما دیتے لیکن خود آپ کا شانِ نزول کو بالالتزام بیان نہ فرمانا ہی بتاتا ہے کہ آپ کے نزدیک شانِ نزول اتنی اہمیت نہ رکھتی تھی کہ اس کے بغیر قرآنی مطالب سے آگاہی نہ ہوسکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ شانِ نزول کے متعلق اکثر روایات بعض بزرگ صحابہ کے خیالات یا ان کے بعد آنے والے بزرگوں کے اپنے خیالات ہیں جنہوں نے اپنے اجتہاد اور قیاس سے یہ سمجھ لیا کہ فلاں آیت کے متعلق

یا فلاں شخص کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ اور فلاں آیت فلاں منافق یا کافر کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ اور یہ خیال ان کا اس وجہ سے تھا کہ وہ مسائل جو ان آیات میں بیان ہوئے تھے اتفاق سے وہ ان کو اس وقت درپیش تھے اور ان آیات کے نزول سے ان پر روشنی پڑ گئی اور مسئلہ حل ہو گیا۔

بعض آیات کے شانِ نزول میں اختلاف ہونا بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آیات کسی ایک ایک خاص موقعہ کے لئے نازل نہیں ہوئی تھیں ورنہ شانِ نزول کی روایات میں اختلاف نہ ہوتا۔ مثلاً سورۃ ماعون کے متعلق مفسرین کو اس حد تک اختلاف ہے کہ بعض اسے ابوجہل کے متعلق بتاتے ہیں تو بعض ولید بن مغیرہ کے متعلق۔ بعض نے اسے عاص بن وائل کے متعلق بتایا ہے اور بعض نے عمر بن عائذ کے متعلق۔ اور اسی طرح بعض نے ابوسفیان اور دوسرے عمائدِ قریش کا نام لیا ہے۔ اس اختلاف سے ظاہر ہے کہ یہ ان بزرگ راویوں کے اپنے خیالات اور اجتہادات تھے اور ان کے خیال کے مطابق اس سورۃ کی جو تفسیر جس شخص کے حالات سے زیادہ مطابقت رکھتی تھی انہوں نے اسی سے اس کو متعلق کر دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سورۃ ہر اس شخص کے متعلق ہوگی جو تکذیب دین کرتا ہو، مسکینوں اور یتیموں کی خبرگیری نہ کرتا ہو اور نمازوں کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیتا ہو۔ اور ریاکاری کی بری عادت میں مبتلا ہو اور معمولی معمولی خیر سے بھی لوگوں کو محروم رکھتا ہو۔ اس طور پر معنی کرنے سے تفسیر میں جو عموم پیدا ہوتا ہے وہ اس سورۃ کو کسی ایک شخص کے ساتھ وابستہ کر دینے سے نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے بعض اکابر مفسرین نے شانِ نزول کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کیا کہ تفسیر قرآن اسی کی روشنی میں کی جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی بلند پایہ تصنیف "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" میں فرماتے ہیں:۔

"وعامة المفسرين يربطون كل آية من آيات المخاصمة وآيات الاحكام بقصة والمحقق ان القصد الاصلي من نزول القرآن تهذيب النفوس البشرية ودفع العقائد الباطلة ونفي الاعمال الفاسدة فوجود العقائد الباطلة في المكلفين سبب لنزول آيات المخاصمة ووجود الاعمال الفاسدة وجريان المظالم فيما بينهم سبب لنزول آيات الاحكام وتيقظهم بما عدا ذكر الاء الله وايام الله ووقائع الموت وما بعده سبب لنزول آيات التذكير وما تكلفوا من خصوصيات القصص الجزئية لا مدخل لها يعتد به الا في بعض الآيات حيث وقع التعريض فيها لواقعة من وقائع وجدت في زمنه صلى الله عليه وسلم او قبل ذالك ولا يزول ما يعرض للسامع من الانتظار عند سماع ذالك التعريض الا ببسط القصة فلزم ان تشرح هذه العلوم بوجه لا يستلزم مؤونة ايراد القصص الجزئية۔

(الفوز الکبیر ص۲)

یعنی عام مفسرین نے مجادلہ اور احکام کی ہر آیت کو کسی خاص قصہ سے جوڑنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ بات ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک کا نزول انسانی نفوس کی اصلاح اور تہذیب کے لئے ہوا ہے باطل عقائد کی تردید اور فاسد اعمال کے ازالہ کے لئے ہوا ہے۔ پس ان خرابیوں کا ہونا گویا ان آیات

کے نزول کا موجب ہے۔ ایسا ہی آخرت اور عذاب سے متعلقہ آیات وعظ و نصیحت کے لئے اتری ہیں انہیں محض کسی خاص واقعہ سے مخصوص کر دینا درست نہیں وغیرہ۔

ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کے جس جس مقام کی تفسیر اپنی کتب میں تحریر فرمائی ہے اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ بھی کسی شانِ نزول سے تفسیر کو پابند نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں قرآنی مفہوم کو سمجھنے کیلئے ایک حد تک اس سے ضرور مدد حاصل کرتے تھے لیکن تفسیر کا کلیۃً مدار شانِ نزول پر نہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی جو شان اور عظمت اور اس کے معانی و مفاہیم کی جو وسعت آپ کی کتب پڑھ کر معلوم ہوتی ہے وہ ان تفاسیر سے ہرگز معلوم نہیں ہو سکتی جو شانِ نزول کی پابندی سے لکھی گئی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر میں اس مسئلہ کو خوب واضح فرمایا ہے۔ شانِ نزول کے متعلق مختلف مواقع پر کافی مفصل و مبسوط بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ قرآن کی عظمت و اہمیت اور عموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم قرآنی مطالب کو شانِ نزول کی باہم مخالف و متناقض روایات کی نذر نہ کر دیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"اس زمانہ کے مسلمان علماء میں یہ عام مرض ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھی جائے اور انہیں کہا جائے کہ اس سے یہ مضمون نکلتا ہے تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ واہ ہمارے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ اس کا تو شانِ نزول یہ ہے اور یہ آیت فلاں شخص سے تعلق رکھتی ہے گویا جس طرح کشتی کو کسی کیلے یا درخت سے باندھ دیا جاتا ہے وہ اس آیت کو کسی منافق یا مومن یا مہاجر یا انصاری یا عیسائی یا یہودی کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کسی خاص شخص کے لئے نہیں آیا بلکہ ساری دنیا کے لئے آیا ہے۔ اس کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخاطب ہیں۔ پھر قیامت تک آنے والے تمام لوگ بھی اس کے مخاطب ہیں۔ زید یا بکر کے ساتھ اس کی کسی آیت یا سورۃ کو مخصوص قرار دینا قطعی طور پر غلط بات ہے۔ بلکہ میں تو اس بات کو بھی جائز نہیں سمجھتا کہ قرآن کریم کو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص قرار دیا جائے اگر قرآن صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کوئی بات کہتا تو وہ وہیں ختم ہو جاتی اور باقی دنیا اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکتی۔ حالانکہ قرآن کریم قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے الم تر کیف فعل ربك باصحب الفيل۔ اب کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو اصحاب الفیل کے واقعہ پر غور نہیں کرنا چاہیئے؟ پس میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کسی سورۃ یا آیت کے شانِ نزول کو مخصوص قرار دینا جائز نہیں سمجھتا۔ کجا یہ کہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی سورۃ یا آیت کسی منافق یا کسی مومن یا کسی کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر قرآن نازل کیا ہے ۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن ہمارے لئے نازل نہیں ہوا ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ہم پر فضیلت حاصل ہے تو یہ کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی روحانیت کے اعلیٰ مقام کو دیکھتے ہوئے اور آپؐ کے تقویٰ اور آپؐ کے عرفان کو دیکھتے ہوئے آپ کو اس غرض کے لئے چن لیا کہ آپؐ پر اپنا کلام نازل کرے اور آپؐ کو اس کا پہلا مخاطب قرار دے ۔ پس آپؐ کی جو روحانی و اخلاقی و دماغی فضیلت تھی ۔ اس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے اپنا کلام آپ پر پہلی دفعہ نازل کیا ۔ لیکن جب وہ نازل ہو گیا تو اس کے بعد میرے لئے (اس تفسیر (تفسیر کبیر) کے پڑھنے والوں کے لئے اور باقی سب دنیا کے لئے وہ ویسا ہی ہو گیا جیسے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھا۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم ۔ جزو چہارم حصہ سوم ص۲۵۹ و ص۲۶۰)

روایات اور شانِ نزول کی جہال میں پابندی نہ کرنے کی وجہ سے اور اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے علم کی برکت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے فیض سے فیضیاب ہونے والوں بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے قرآن مجید کو دنیا کے سامنے ایک نہ ختم ہونے خزانے اور سدا بہار خوشنما باغ کی صورت میں پیش کیا ہے جس کا سایہ آج بھی تمام دنیا کو اپنی پناہ میں لے کر نئے نئے پیدا ہونے والے جھگڑوں، فسادات، بے چینیوں اور بد امنیوں سے محفوظ کر سکتا ہے ۔ اور آئندہ بھی ہر زمانہ کے مسائل کا

حفظِ قرآن کریم کی ضرورت

(مرسلہ جناب قریشی محمد حنیف صاحب سیّاح از ٹوپی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ :-

(۱) "قرآن بحیثیت ذکر ہونے کے قیامت تک محفوظ رہیگا اور اس کے حقیقی ذاکر ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے ۔ اور اس پر ایک اور آیت بھی بیّن قرینہ ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت ع) یعنی قرآن آیات بیّنات ہیں جو اہلِ علم کے سینوں میں ہیں ۔ پس ظاہر ہے کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مومنوں کو قرآن کریم کا علم اور نیز اس پر عمل عطا کیا گیا ہے ۔ اور جبکہ قرآن کی جگہ مومنوں کے سینے ٹھہرے تو یہ آیت کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ع) بجز اس کے اور کیا معنی رکھتی ہے ۔ کہ قرآن سینوں سے محو نہیں کیا جائیگا" (شہادۃ القرآن ص۴۶)

(۲) "اور قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ خدا تعالیٰ فتنوں اور خطرات کے وقت میں دینِ اسلام کی حفاظت کرے گا ۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ع) سو خدا تعالیٰ نے بموجب اس وعدہ کے چار قسم کی حفاظت اپنے کلام کی کی ۔ اوّل حافظوں کے ذریعہ سے اسکے الفاظ اور ترتیب کو محفوظ رکھا اور ہر صدی میں لاکھوں ایسے انسان پیدا کئے جو اس کی پاک کلام کو اپنے سینوں میں حفظ رکھتے ہیں ۔ ایسا حفظ کہ اگر ایک لفظ پوچھا جائے تو اس کا اگلا پچھلا سب بتا سکتے ہیں اور اسی طرح پر قرآن کریم کو تحریف لفظی سے ہر ایک

مکمل دکا فی حل اس سے ہی مل سکے گا ۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ٭

اَلبَیَانُ

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

ایک نہایت مفید اور ضروری تجویز

مکرم چودھری عبدالواحد صاحب بی۔ اے نائب ناظر بیت المال تحریر فرماتے ہیں :-

"محترمی مولانا صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف۔

الفرقان میں "البیان" کا سلسلہ بہت مفید اور ضروری ہے۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ اور ضروری تفسیر خصوصاً بچوں اور مستورات کے لئے سبقاً سبقاً سیکھنے کے لئے نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کے علم میں برکت دے۔ مگر افسوس کہ "البیان" الفرقان کے ہر نمبر میں شائع نہیں کیا جاتا۔ اس بارہ میں میری گزارش ہے کہ (۱) "البیان" فرقان کے ہر نمبر میں شائع ہو۔

(۲) کم از کم آٹھ صفحے ہوں۔

(۳) یہ صفحات ایسی ترتیب سے چھاپے جائیں کہ رسالہ سے الگ کر کے الگ جلد میں رکھے جا سکیں۔ ان صفحات کا تسلسل (Numbring) الگ ہو۔

غالباً اخبار الحکم میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے فرمائے ہوئے درسِ قرآن کے نوٹ اسی صورت میں شائع کئے جاتے تھے۔ یہ صفحات اخبار سے الگ ایک جلد میں مَیں نے دیکھے ہیں۔

پانچ یا دس یا پندرہ پارے جب ختم ہو جائیں تو ضمیمہ کے طور پر الفرقان میں ایک ٹائیٹل چھاپ دیا جائے تاکہ یہ ترجمہ و تفسیر ایک جلد میں محفوظ کر لئے جائیں۔ والسلام خاکسار عبدالواحد ۱۵/۴/۵۹

الفرقان :- محترم جناب چودھری صاحب کی تجویز کے مطابق سورۂ بقرۃ کے ختم ہو جانے کے بعد عمل شروع ہو گا۔ انشاء اللہ۔ آٹھ صفحے ہر رسالہ میں علیحدہ طور پر "البیان" کے شائع ہوا کریں گے۔ جن کے صفحات بھی الگ ہوا کریں گے۔ اور انہیں بعد میں علیحدہ جلد میں جمع کیا جا سکے گا۔ فی الحال ہر نمبر میں حسب موقع چند صفحات ضرور ہوا کریں گے انشاء اللہ دوسرے احباب بھی اس بارے میں اپنے مشورہ سے آگاہ فرمائیں

(ایڈیٹر)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ [1] فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

جب طلاق دو مرتبہ ہو چکے تو (حکم یہ ہے کہ خاوند بیوی کو) یا تو دستور شرع کے مطابق روکے یعنی اپنی زوجیت میں باقاعدہ واپس لائے اور یا پھر اسے

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ

بہترین طریق پر رخصت کر دے۔ تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اس مال مہر میں سے جو دے چکے ہو کچھ بھی واپس لو سوائے اس صورت کے کہ

اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا

ان دونوں کو خدشہ ہو کہ وہ الٰہی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اگر تم کو بھی اے حکام! یہ خطرہ ہو کہ وہ دونوں واقعی حدود کو قائم

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ [2] ؕ تِلْكَ

نہ رکھ سکیں گے تو اس صورت میں عورت اپنی آزادی کے لئے اگر مہر کو بطور فدیہ دیدے تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ جو لوگ حدود الٰہیہ سے تجاوز کریں گے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ

وہی ظالم ہیں۔ اگر (ان دو طلاقوں کے بعد بھی) خاوند بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو وہ اس کیلئے

مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا [3] فَلَا جُنَاحَ

بعد ازاں کبھی حلال نہ ہوگی بجز اسکے کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ اور پھر وہ (شرعی طریقوں کے مطابق) اسے طلاق دے تو پھر خاوند اول

[1] طلاق اسلام میں ایک ناپسندیدہ حلال چیز ہے۔ طلاق دینے کا شرعی طریق یہ ہے کہ بیوی کے طہر کے ایام میں اسے ایک طلاق دی جائے۔ اگر حالات درست ہو جائیں تو خاوند کو قولاً یا عملاً رجوع کرنے کا اختیار ہے۔ ورنہ ماہواری ایام کے گذرنے کے بعد دوسری طلاق دی جائے گی۔ دوسری طلاق کے بعد عدت کے اندر یہ حکم ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو روک سکتا ہے ورنہ جب تیسری طلاق ہو جائے تو پھر رجوع یا جدید نکاح کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

[2] یہ خلع کی صورت ہے۔ اگر عورت خاوند کے ساتھ نبھا نہ کر سکتی ہو تو جس طرح مرد اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اسی طرح عورت علیحدگی کرا سکتی ہے۔ اسے خلع کہتے ہیں جو بذریعہ اسلامی قضاء ہوتا ہے۔

[3] اسلام میں حلالہ ناجائز ہے۔ البتہ اگر نئے خاوند کی طرف سے شرع کے مطابق طلاق ہو جائے تو پہلے خاوند کے ساتھ نیا نکاح ہو سکتا ہے ✦

عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ

اور اس بیوی کے رجوع میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ انہیں پختہ خیال ہو کہ وہ اب اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے ۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ

یہ الٰہی قوانین ہیں جو وہ علم و معرفت والے لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے ۔ اور جب تم اپنی بیویوں کو

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ رہی ہوں تو یا تو دستور کے مطابق انہیں روک لیں ۔ اور یا

سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ص وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ

معروف طریق سے انہیں رخصت کر دیں ۔ اسلئے ہرگز نہ روکیں کہ انہیں دکھ پہنچا کر ان پر تعدی اور ظلم کرو ۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ

جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرے گا ۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کو

اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ

مذاق نہ بناؤ ۔ اللہ کے احسان کو یاد کرو اور اس کتاب و

عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

حکمت کو یاد رکھو جو تمہاری نصیحت کے لئے اس نے تم پر نازل کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو

۵۴ بلوغ الاجل کے دو معنے ہیں (۱) جب عدت گزرنے کے قریب ہو (۲) جب عدت ختم ہو جائے ۔
اس آیت میں پہلے معنے مراد ہیں اور اگلی آیت میں دوسرے معنے مراد ہیں ۔

۵۵ طلاق میاں بیوی کی ناموافقت کا آخری نتیجہ ہے ۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر بہرحال علیحدگی ہوتی ہے تو وہ بھی شریفانہ طریق پر ہونی چاہیئے ۔

۵۶ بعض لوگ طلاق کے بعد رجوع یا جدید نکاح کے ذریعہ بیوی کو روک لیتے ہیں ۔ لیکن ان کی نیت اسے تنگ کرنا ہوتی ہے ۔ یہ سراسر ظالمانہ طریق ہے اور اسلام کی رو سے ناجائز ۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

اور جان لو کہ وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ۔ جب تمہاری بیویاں تمہارے انہیں طلاق

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ[شہ] اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ

دینے کے بعد اپنی عدت پوری کرلیں تو پھر انہیں اپنے (نئے) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

جبکہ وہ دستور اور شریعت کے مطابق باہم رضامند ہوں۔ یہ نصیحت ان لوگوں کو کی جاتی ہے جو

مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

تم میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں ۔ یہ طریق باطنی پاکیزگی اور ظاہری طہارت

وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَالْوَالِدٰتُ

کا بہترین طریق ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔ مائیں (مطلقہ ہونے کے باوجود)

يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ[شہ] لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ

اپنے بچوں کو پورے دو سال تک ان خاوندوں کے خرچ پر دودھ پلائیں جو رضاعت کی مدت کو پورا کرنا چاہتے

الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

ہوں ۔ مولودلہٗ یعنی باپ کے ذمہ ان دودھ پلانے والیوں کا دستور کے مطابق خرچ خوراک اور لباس ہے

شہ یہ حکم رشتہ داروں کو دیا گیا ہے ۔ کہ جب مطلقہ عورتوں کی عدت گزر جائے تو انہیں شادی سے جبراً روکنا بُرے نتائج پیدا کرتا ہے ۔ جن قوموں میں "نکاح بیوگان" کی مخالفت کی جاتی ہے ان کا اخلاقی معیار بھی گر جاتا ہے ۔ ذٰلکم ازکٰی لکم واطھر میں اسی طرف اشارہ ہے کہ مطلقہ اور بیوگان کی شادی قوم میں اضافہ اور پاکیزگی کا موجب ہے ۔

شہ دو سال رضاعت کی انتہائی مدت ہے ۔ المولود لہٗ باپ کو قرار دیا گیا ہے اسلئے رضاعت کے اخراجات کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی ہے ۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا

ہر شخص کو اس کی طاقت کے موافق مکلف کیا جاتا ہے ۔ نہ تو والدہ کو اپنے بچے کے باعث ضرر پہنچایا جائے

وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۙ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ

اور نہ ہی باپ کو۔ (باپ نہ ہونے کی صورت میں) وارثوں پر بھی ایسی ہی ذمہ داری ہے ۔

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ

اگر باپ اور ماں باہمی رضامندی اور مشورہ سے (دو سال سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں۔

عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا

اور اگر تمہارا ارادہ کسی اور جگہ سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانے کا ہو تو دستور کے مطابق مقررہ

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا

اجرت ادا کرنے کی صورت میں تم پر کوئی گناہ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

کرو اور یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کو دیکھنے والا ہے ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ

اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں ان بیویوں کا فرض ہے کہ چار ماہ دس دن تک اپنے آپکو (کسی نئے اقدام) سے روکے

۵۹ بچّہ کی وجہ سے ماں یا باپ کسی کو بھی ناجائز ضرر نہ پہنچنا چاہیئے۔ جذبات کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ باہمی رضامندی سے دو سال سے کم عرصہ میں رضاعت کو ختم کیا جا سکتا ہے ۔

۶۰ جن عورتوں کے خاوند فوت ہو جاتے ہیں ان کی عدّت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی ہے ۔ صدمہ اور سوگ کی وجہ سے زیادہ دن رکھے گئے ہیں ۔

عدّت عورتوں کو سنبھلنے اور نئے انتظامات کے بارے میں سوچنے کے لئے لازمی موقعہ ہے ۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ

جب وہ یہ عدت پوری کرلیں تو پھر اپنے مستقبل کے بارے میں اپنے متعلق جو دستور اور شریعت کے مطابق ہو کریں تم پر

بِالْمَعْرُوفِ [۱۱] وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا

اس کی کوئی ذمہ داری نہیں - اللہ تعالےٰ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے - تم پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں جو تم

عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ

(قابلِ شادی بیوہ اور مطلقہ) عورتوں سے ضمناً اور اشارۃً شادی کا ذکر کرتے ہو یا اپنے دلوں میں اسے مخفی رکھتے ہو - اللہ کو خوب

اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا

معلوم ہے کہ وقت آنے پر تم ان سے ضرور ذکر کرو گے لیکن پوشیدہ طور پر ان سے کوئی معاہدہ مت کرو ہاں

أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا [۱۲] ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ

معروف بات کہہ سکتے ہو - عقد نکاح کا عزم اس وقت تک ہرگز نہ کرو

حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

جب تک عدت پوری نہ ہو چکے یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ ان تمام امور کو جانتا ہے جو

فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ ۳۰ ع ۱۲

تمہارے دلوں میں ہیں اس سے چوکس رہو - اور جان لو کہ اللہ تعالےٰ بہت بخشنے والا اور بہت نرمی کرنے والا ہے -

[۱۱] مسلمان عورتیں بھی اس بات کی ذمہ دار ہیں کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کریں جو خلافِ شریعت ہو اور خاندان کے ناموس پر دھبّہ ہو - دستور اور عرف اور شریعت کی پابندی ان کے لئے بھی لازمی ہے -

[۱۲] شرفاء میں ایسے موقعہ پر پیغام شادی کا جس طریق سے ذکر کرنا رائج ہے اسے اختیار کیا جا سکتا ہے مگر پختہ فیصلہ عدت کے خاتمہ سے پہلے کرنا سخت منع ہے -

بار بار اللہ تعالےٰ کے علم اور قدرت کا ذکر اسلئے کیا گیا ہے - تا سارے کام تقویٰ اور پرہیزگاری سے کئے جائیں ؎

مطب

حکیم خورشید احمد ممتاز الاطباء۔ گول بازار ربوہ

صاحب

۱۔ یونانی طریق علاج کے مطابق تمام بیماریوں کا علاج پورے غور سے کیا جاتا ہے۔

۲۔ تشخیص و تجویز نسخ اور پرانی سائنس کو مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے۔

۳۔ پرانی، پیچیدہ اور مردوں اور عورتوں کی خاص بیماریوں کے علاج کے لئے بہترین ادویہ موجود ہیں

لہٰذا

اپنی صحت کے متعلق مشورہ کے لئے مطب میں تشریف لائیے یا بذریعہ خط و کتابت مشورہ طلب فرمائیے!

عورتوں کے معائنہ کے لئے علیحدہ انتظام ہے

المشتہر: مینجر مطب حکیم خورشید احمد صاحب گولبازار ربوہ

خورشید یونانی دواخانہ

گول بازار۔ ربوہ

۱۔ اس دواخانہ میں آپ کو تازہ صاف ستھری اور خالص ادویہ مل سکیں گی۔

۲۔ ہر قسم کے دیسی مرکبات، معجون اور شربت وغیرہ پورے اور خالص اجزاء سے تیار کئے جاتے ہیں۔

اس لئے

اپنی تمام طبی ضروریات کے لئے ہماری طرف رجوع فرماویں۔ آپ تجربہ کے بعد اس دواخانہ میں اپنی طبی ضروریات کو اپنی خواہشات کے مطابق موجود پائیں گے۔ ان شاء اللہ

مینجر خورشید یونانی دواخانہ گول بازار ربوہ پاکستان

نورکاجل

- آنکھوں کو بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔
- بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔
- گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔

خارش، پانی بہنا، ہیجنی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے۔ اور پچیاسٹھ سالہ استعمال و تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا

اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی آنکھوں کو خوبصورت رکھنے کے لئے ہمیشہ

نورکاجل

استعمال کریں۔

بوقت ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔

قیمت فی شیشی ——— ایک روپیہ چار آنے

علاوہ پیکنگ و محصول ڈاک

تیار کردہ

خورشید یونانی دواخانہ گول بازار ربوہ

الفردوس کلاتھ مرچنٹ

انارکلی لاہور

سے

ہر قسم کا سوتی، ریشمی اور اونی کپڑا خریدیں۔

پہلے سے زیادہ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے

تشریف لائیے — تجربہ شرط ہے

الفردوس کلاتھ مرچنٹ انارکلی لاہور